کیا رکوع کے بعد بھی سینے پر ہاتھ باندھنا سنت ہے؟

(قومہ میں ارسالِ یدین نہ کہ وضعِ یدین)

تالیف
شیخ محفوظ الرحمن فیضی
سابق شیخ الجامعہ جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو

کیا رکوع کے بعد بھی سینے پر ہاتھ باندھنا سنت ہے؟

(قومہ میں ارسالِ یدین نہ کہ وضعِ یدین)

تالیف

شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی

سابق شیخ الجامعہ جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

MAKTABA AL-FAHEEM
Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email : maktabaalfaheemmau@gmail.com
WWW.faheembooks.com

نام کتاب	:	کیا رکوع کے بعد سینے پر ہاتھ باندھنا سنت ہے
تالیف	:	شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی
طابع وناشر	:	مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار ایک سو
سال اشاعت	:	اپریل ۲۰۱۲ء
صفحات	:	56
قیمت	:	

MAKTABA AL-FAHEEM
Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email : maktabaalfaheemmau@gmail.com
WWW.faheembooks.com

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، والصلوٰة والسلام علىٰ خاتم الأنبياء والمرسلين محمد وعلى آله وصحبه أجمعين، وعلىٰ من تبعه بإحسان إلى يوم الدين ـ أما بعد:

قومہ یعنی رکوع کے بعد کے قیام میں ارسالِ یدین مسنون ہے یا وضع یدین، اس مسئلہ سے متعلق گذشتہ دنوں میرے پاس ایک استفتاء آیا، سوال یہ تھا:

''کیا رکوع کے بعد (کے قیام میں) دونوں ہاتھوں کا سینہ پر باندھنا آنحضرت ﷺ اور سلف صالحین کا طریقہ ہے یا نہیں؟ ہمارے یہاں اس مسئلہ کو لے کر عوام وخواص میں نزاع کی صورت اختیار کر چکی ہے لہذا تمام جزئیات نیز اس ترجمان کے متعدد دلائل کا جواب دے کر مسئلہ کو حل فرمائیں گے۔ ان الله لا يضيع اجر المحسنين''۔

نور الدین فیضی، ندیا، بنگال

مستفتی نے اس سوال کے ساتھ ''مجلہ ترجمان'' (دہلی) کے شمارہ (۱۵تا۲۲/ اگست ۹۷ء) میں اس مسئلہ کے متعلق شائع شدہ ایک مضمون کی فوٹو کاپی بھی دی، مضمون ایک عزیز مدنی فاضل کا ہے، جس میں انہوں نے وضع یدین بعد الرکوع (یعنی رکوع کے بعد والے قیام یعنی قومہ میں بھی دونوں ہاتھوں کو سینہ پر باندھ لینے) کی مزعومہ مشروعیت ومسنونیت اور اس کے مزعومہ دلائل کو بیان کیا ہے، مستفتی نے مذکورہ مضمون کے دلائل پر بھی تبصرہ کرنے اور اس کا یک گونہ جائزہ لینے پر بھی اصرار

کیا، آئندہ سطور اسی استفتاء کے جواب کے طور پر لکھی گئی ہیں، یہ کوئی مستقل رسالہ یا مقالہ نہیں ہے۔ اور بوقت تحریر ہٰذا اس موضوع پر کسی کا کوئی رسالہ یا مقالہ بھی مجھے دستیاب نہیں ہے، بہرحال یہ سطور محض تحقیق حق وصواب کے جذبہ سے لکھی گئی ہیں، ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وماتوفیقی إلا باللهِ۔

رجب ۱۴۲۵ھ — محفوظ الرحمٰن فیضی

ستمبر ۲۰۰۴ء — جامعہ فیض عام مئو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قومہ یعنی رکوع کے بعد کے قیام میں

ارسال یدین مسنون ہے نہ کہ وضع یدین

یہ حقیقت ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نماز کے ارکان وآداب، قیام، رکوع، قومہ، سجدہ قعدہ وغیرہ حالات اور ان کی کیفیات نبی اکرم ﷺ سے دیکھ کر سن کر صحابہ نے، صحابہ سے تابعین نے، تابعین سے اتباع تابعین نے سیکھا، وھکذا قرنا بعد قرن، نسلاً بعد نسل امت ایک دوسرے سے نماز کی کیفیات سیکھتی رہی اور اس پر عمل پیرا چلی آرہی ہے۔ زیر عنوان مسئلہ یعنی قیام بعد الرکوع یا قومہ کی حالت میں جس کیفیت پر امت کا تعامل وتوارث اور عملی تواتر چلا آرہا ہے وہ ارسال یدین ہے نہ کہ وضع یدین (۱) (یعنی ہاتھوں کو اصلی طبعی حالت پر لٹکائے رکھنا ہے نہ کہ سینہ پر باندھ لینا) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ میری امت کو ضلالت پر متفق نہیں کریگا "ان اللہ لا یجمع امتی علی ضلالۃ"(۲)

قومہ یا قیام بعد الرکوع میں وضع یدین پر تعامل کا ثبوت نہ خیر القرون میں ملتا

(۱) یہ عملی تواتر ایک بدیہی حقیقت ہے جو نہ کسی حقیقت پسند سے مخفی ہے نہ محتاج دلیل ونظر، آفتاب آمد دلیل آفتاب، قومہ میں وضع یدین کے بعض قائلین کا ارسال کی اس قوی ترین دلیل کو حیلہ جدلی قرار دینا بجائے خود حیلہ جدلی کی راہ اختیار کرنا ہے۔

(۲) ترمذی (۲۲۵۵) مستدرک حاکم ۱/۱۱۵، دارقطنی (............)

قال الحافظ فی التلخیص حدیث مشہور، لہ طرق کثیرہ لا یخلو واحد منہا من مقال ورواہ ابن ابی شیبۃ عن ابن مسعود موقوفا ولہ حکم الرفع فان مثلہ لا یقال بالرای، واسنادہ صحیح (تحفۃ الاحوذی ج۶/ص۳۲۲)

وقال شیخ الحدیث المبارکفوری: لہ شواہد ذکرہا الحافظ فی التلخیص والحاکم فی المستدرک تدل علی ان للحدیث اصلا (مرعاۃ ۱/۲۷۹/۱۷۳)

ہے نہ اس کے بعد کسی قرن وعہد میں، نہ صحابہ سے نہ اتباع تابعین سے نہ ائمہ دین سے نہ ان کے متبعین سے، یہ بہت بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ وضع یدین بعد الرکوع مشروع ومسنون نہیں ہے کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام سے ثابت نہیں ہے .چنانچہ کسی ایک حدیث اور کسی روایت میں اس کا ذکر اور اس کی صراحت نہیں ملتی کہ نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رکوع کے بعد قیام یعنی قومہ کی حالت میں بھی قیام کی طرح وضع یدین کرتے یعنی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ پر باندھ لیتے تھے۔

محدث کبیر علامہ محمد ناصر الدین البانی (رحمہ اللہ واکرم مثواہ) جنکی ذخیرۂ احادیث اور متون واسانید پر وسیع وعمیق نظر، اتقان واستحضار اور نقد وتحقیق کا زمانہ معترف ہے فرماتے ہے:

> ''نماز سے متعلق احادیث کی کثرت کے باوجود رکوع کے بعد والے قیام میں دونوں ہاتھ سینہ پر باندھنے کا کسی حدیث میں بھی ذکر نہیں ہے، اگر اسکی کوئی حقیقت ہوتی تو کسی ایک ہی روایت میں سہی اس کا ذکر ضرور ہوتا، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ میرے علم کی حد تک علماء سلف میں سے کسی کا بھی اس پر عمل کرنا ثابت نہیں ہے، اور نہ ہی ائمہ حدیث میں سے کسی نے اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے''

''یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے جب یہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''رکوع کے بعد نمازی کو اختیار ہے چاہے وہ اپنے ہاتھوں کو سینہ پر باندھے یا انہیں کھلا رکھے ارسال کرے'' (مسائل الامام احمد ص ۹۰) اس سے معلوم ہوا کہ امام موصوف کے نزدیک وضع یدین بعد الرکوع سنت سے ثابت نہیں ہے، ورنہ آپ نے اسی کے مسنون ہونے کا فتویٰ دیا ہوتا جیسا کہ قیام

(قبل الرکوع) میں وضع یدین ہی کو مسنون قرار دیا ہے، اس میں انہوں نے نمازی کو وضع وارسال دونو کا اختیار نہیں دیا ہے کہ چاہے تو دونوں ہاتھوں کو کھلا رکھے چاہے تو باندھ لے، ایسا اس لئے ہے کہ قیام میں وضع یدین سنت سے ثابت ہے، لیکن قومہ میں وضع یدین سنت سے ثابت نہیں ہے۔ اور امام احمد کا ارسال یدین کے ساتھ وضع یدین کا بھی اختیار دینا ان کا اجتہاد، ان کی اپنی رائے ہے جس کی تائید نہ سنت رسول سے ہوتی ہے نہ سنت صحابہ سے، اس لئے ان کی یہ رائے صحیح نہیں ہے"۔ (صفۃ صلوٰۃ النبی/ اردو ایڈیشن ص ۲۰۲)

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب رحمانی شیخ الحدیث مبارکپوری/ رحمہ اللہ وجعل جنۃ الفردوس ماواہ تحریر فرماتے ہیں:

"انسان کے قیام کی اصلی حالت اور طبعی وضع ارسال یدین ہے، ہاتھوں کو لٹکائے رکھنا ہے۔ داخل صلوٰۃ ہو یا خارج صلوٰۃ۔ صلوٰۃ میں قیام کی یہی وضع برقرار ہوگی الا یہ کہ اس کے خلاف کوئی نص وارد ہو (جس میں کسی دوسری وضع کا حکم دیا گیا ہو، تو پھر اسی منصوص وضع پر عمل کیا جائے گا) جیسا کہ قیام قبل الرکوع کے بارے میں وضع یدین کی نص وارد ہے، اس لئے اس میں وضع یدین مشروع ومسنون ہے لیکن قومہ یعنی اعتدال ورفع من الرکوع سے متعلق کوئی ایسی نص ایسی حدیث مرفوع صحیح صریح وارد نہیں جو اس حالت میں بھی وضع یدین کرنے پر دلالت کرتی ہو، اس لئے اس حالت میں یعنی قومہ میں اصل پر عمل کرتے ہوئے ارسال ہی مشروع ہوگا"

(مرعاۃ ج ا ص ۵۵۸)

علامہ نواب صدیق حسن خان تحریر فرماتے ہیں:

واماما روی من الارسال(فی القیام قبل الرکوع) عن بعض التابعین من نحو حسن البصری وابراھیم وابن المسیب وابن سیرین وسعید بن جبیر کما اخرجه ابن ابی شیبة ،فان بلغ عندھم حدیث الوضع فمحمول علی انه لم یحسبوه سنة من سنن الهدی بل حسبوه عادةً من العادات فمالوا الی الارسا ل لأصالته مع جواز الوضع فعملوا بالارسال بناء أعلی الاصل اذالوضع أمر جدیدیحتاج الی الدلیل (الروضة الندیه ج١ ص٢٨٦)

علامہ نواب صاحب اور شیخ الحدیث مبارکپوری رحمہم اللہ کے کلام کا حاصل مطلب یہ ہے کہ:

> ''ارسال یدین کے اثبات کیلئے کسی دلیل اور نص کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف دلیل نہ ہونا ہی ثبوت ارسال کی لئے کافی ہے، کیونکہ وہ تو طبعی واصلی حالت ہے ،البتہ وضع کے لئے دلیل چاہئے کیونکہ وہ ایک امر جدید اور اصل کے خلاف ہے'' اور قومہ میں وضع کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے نہ حدیث مرفوع نہ موقوف نہ مقطوع، بلکہ امت کا تعامل اس کے بر خلاف ہے اور اصل کے بموجب ارسال پر ہے، اس لئے قومہ میں وضع یدین نہیں ارسال ہی صحیح طریقہ ہے''۔

عصر حاضر یا ماضی قریب کے بعض علمائے کبار اور ان کے تتبع وتقلید میں بعض دوسرے اخوان نے قرون اولی ،علمائے سلف اور جمہور امت کے تعامل وتوارث کے برخلاف قومہ میں بھی جو وضع یدین کا موقوف اختیار کیا ہے وہ ہمارے نزدیک کمزور اور غلط فہمی پر مبنی ہے، انہیں خواہ مخواہ بعض احادیث کے متعلق یہ غلط فہمی ہوگئی ہے کہ وہ

قومہ یعنی قیام بعد الرکوع کی حالت میں بھی وضع یدین کرنے پر دلالت کرتی ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے، محولہ ''مجلہ ترجمان'' کے مضمون میں مذکور دلائل کے مطالعہ و جائزہ نے بھی میرے اس شبہ کو تقویت پہنچائی، آئندہ سطور میں ان مزعومہ دلائل کا ایک مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔ واللہ ھو الموفق للسداد والصواب۔

مزعومہ دلائل وضع کا مختصر جائزہ

① فاضل مدنی موصوف نیز دیگر قائلین وضع نے رکوع کے بعد کے قیام میں بھی سینہ پر ہاتھوں کو باندھنے یعنی قبض ووضع یدین بعد الرکوع کے ثبوت میں پہلی دلیل کے طور پر جامع صحیح بخاری کی مندرجہ ذیل حدیث پیش فرمائی ہے:

عن سهل بن سعد رضى الله عنه قال كان الناس يؤمرون ان يضع الرجل اليد اليمنى على ذراعه اليسرى فى الصلوٰة(صحيح بخارى مع الفتح)٢/٢٨٥/٧٤٠)

فاضل موصوف و دیگر قائلین وضع نے حدیث مذکورہ کے لفظ ''فی الصلوٰۃ'' کو عام سمجھا ہے اور اسی عموم مزعوم سے استدلال کیا ہے، حالانکہ یہاں یہ عام ارید بہ العام نہیں، بلکہ عام ارید بہ الخاص کے قبیل سے ہے، بلفظ دیگر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ کل بول کر جزء خاص مراد لیا گیا ہے، اور یہ ایک معروف اسلوب ہے، یعنی حدیث مذکور میں لفظ ''الصلوٰۃ'' سے صحابی رسول سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی مراد مطلق صلوٰۃ یا عام و کل حالات صلوٰۃ اور اس کی کیفیت بیان کرنا مقصود نہیں ہے، کہ پھر بدلائل خارجیہ اس کی تخصیص کی ضرورت ہو، بلکہ ان کی اصل مراد ہی ایک خاص حالت اور خاص جزء اور اس کی کیفیت بیان کرنا ہے، اور وہ ہے حالت قیام (قبل الرکوع) کیونکہ صحابہ وغیرہ کے درمیان کیفیت وضع اور قبض کے لئے یہی قیام معہود و معروف ہے، اس قیام میں

وضع یدین کے لئے بکثرت احادیث وارد ہیں، اور اسی پر صحابہ کرام کا تعامل تھا، جب کہ قیام بعد رکوع میں وضع وقبض (یعنی رکوع کے بعد کے قیام میں سینہ پر ہاتھوں کو باندھنے) سے متعلق کوئی حدیث نہیں ہے۔ نہ مرفوع نہ موقوف، اس لئے حدیث مذکور میں "الصلوٰۃ" سے نہ عام حالات صلوٰۃ مراد ہو سکتے ہیں نہ حالت قیام بعد الرکوع، درحقیقت راوی نے قیام قبل الرکوع کو ازراہ اختصار اجمالاً، مجازاً لفظ "فی الصلوٰۃ" سے بیان کر دیا ہے، عام یا کل حالات صلوٰۃ کے بارے میں کچھ بیان کرنا اس کی مراد نہیں ہے، صفت صلوٰۃ کے متعلق وارد احادیث میں ایسا بکثرت ملے گا، بعض مثالیں آگے آرہی ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

حدیث مذکور کی توجیہ میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس میں لفظ "الصلوٰۃ"، مطلق یا مجمل ہے جس کی توجیہ وتفصیل اور تعیین مراد کے لئے دوسری احادیث کی طرف رجوع ضروری ہے، اور جب ہم صفت صلوٰۃ سے متعلق احادیث کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں قیام (قبل الرکوع) کی حالت میں تو وضع یدین کی صراحتیں ملتی ہیں لیکن قومہ وقیام بعد الرکوع میں وضع یدین کی صراحت یا اس کا ذکر کسی ایک حدیث میں بھی نہیں ملتا، اس لئے معلوم اور ثابت ہوا کہ حدیث زیر بحث میں نیز اس طرح کی دیگر احادیث مطلقہ میں بھی وارد لفظ "الصلوٰۃ" سے خاص حالت قیام قیام قبل الرکوع و قیام قراٗۃ مراد ہے، جس میں وضع یدین بہر حال ثابت اور متواتر ہے۔

عام ارید بہ العام اور عام مخصوص منہ البعض اور عام ارید بہ البعض یا عام ارید بہ الخاص کے درمیان فرق اور ان کی مثالیں اصول فقہ کی کتابوں میں بیان شدہ ہیں، یہاں اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے، پھر فاضل موصوف کی پیش کردہ دوسری دلیل حدیث وائل بن حجر خود اس کی ایک مثال ہے جیسا کہ اس حدیث کے جائزہ میں اس کی

تفصیل آئے گی، ان شاء اللہ العزیز

☆ فاضل موصوف نے حدیث مذکور صحیح بخاری کے حوالہ سے بیان فرمائی ہے، امام بخاریؒ نے اس پر جو ترجمۃ الباب اور عنوان منعقد کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں "باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ" اسی طرح امام مالک نے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے، "وضع الیدین احداھما علی الأخری فی الصلوٰۃ" یعنی یہاں بھی وہی لفظ "الصلوٰۃ" ہے جو اس کے تحت مروی حدیث میں ہے، ظاہر ہے کہ اس سے امام مالک وامام بخاری کی مراد نہ مطلق صلوٰۃ ہے نہ عام وکل حالات صلوٰۃ بلکہ خاص حالت ہے جو وضع وقبض کے تعلق سے معہود ومعروف ہے، اور وہ ہے قیام قبل الرکوع، قیام قرأۃ، چنانچہ شارحین حافظ ابن حجر، علامہ قسطلانی وغیرہ اس باب کی توجیہ وتشریح میں آگے لکھ دیتے ہیں "ای فی حال القیام" اور معلوم ہے کہ محدثین وفقہاء اور علماء وشارحین مطلق قیام سے اسی قیام قبل الرکوع کو تعبیر کرتے ہیں اور وہی ان کی مراد ہوتی ہے، اس کی کچھ مزید تفصیل آئندہ بھی آئے گی، آگے اس مضمون میں بھی یہی معروف تعبیر اختیار کی جائے گی یعنی قیام قبل الرکوع کے لئے فقط قیام اور قیام بعد الرکوع کے لئے "قومہ" الا ماشاء اللہ۔

صحیح بخاری میں مذکور زیر بحث باب سے پہلے اور بعد کے چند ابواب کی ترتیب پر ایک طائرانہ نظر ڈال لینا اس باب سے امام بخاری کے مقصود اور مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے کافی ہوگا، ابواب کی ترتیب خود دلالت کر رہی ہے کہ امام صاحب کا مقصود قیام (قبل الرکوع) کی کیفیت اور اس حالت میں وضع یدین کی مشروعیت و مسنونیت کو بیان کرنا ہے، صفت صلوٰۃ سے متعلق ابواب کی ترتیب کچھ یوں ہے:

"باب ایجاب التکبیر وافتتاح الصلوٰۃ"، "باب رفع الیدین فی

التکبیرۃ الأولی“ رفع الیدین کا مسئلہ اور اس کا تذکرہ آ جانے کی مناسبت سے آگے اس کے متعلق یہ ابواب ہیں:”باب رفع الیدین اذا کبر واذا رکع واذا رفع“،”باب الی این یرفع یدیہ“،”باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین“ اس کے بعد زیر بحث باب ہے،”باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ“، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وضع الیمنی علی الیسری کا تعلق قیام(قبل الرکوع) سے ہے کیونکہ اس باب سے پہلے اسی قیام کا ذکر ہے،قومہ(قیام بعد الرکوع) کا کوئی باب نہ اس سے پہلے ہے نہ بعد میں بلکہ اس کے بعد خشوع فی الصلوٰۃ، دعاء استفتاح بعد تکبیر، وجوب قرأۃ للامام والماموم، صلوات خمسہ میں قراءۃ اور اس کی کیفیات سے متعلق ابواب، پھر رکوع اور اس کی کیفیت کے متعلق ابواب، تقریباً پینتیس چھتیس ابواب کا ایک سلسلہ ہے، اس کے بعد کہیں رفع من الرکوع وقومہ کے متعلق چند ابواب ہیں، لیکن یہاں وضع یدین سے متعلق کوئی باب نہیں ہے، اس سے یہ ثابت ہوا کہ زیر بحث باب، باب وضع الیمنی علی الیسری کا تعلق قومہ سے نہیں ہے، نہ امام صاحب کا یہ مقصود ہے، نہ اس کے تحت مروی حدیث مذکور میں اس حالت کی کیفیت بیان ہوئی ہے، اگر یہ حدث اس پر بھی دلالت کرتی ا وراس سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا اور کوئی اس کا قائل ہوتا تو امام صاحب نے یہاں قومہ کے متعلق ابواب ومسائل میں توقع ہے کہ اس طرح کا کوئی باب رکھا ہوتا اور مذکورہ حدیث بطریق دیگر یا بطریق سابق یا کسی اور حدیث سے جو اس مسئلہ پر دلالت کرنے والی ہوتی اس مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہوتا، لیکن یہاں ایسا کوئی باب یا اشارہ نہیں ہے، اور جیسا کہ بیان کیا گیا کسی محدث نے بھی اس مسئلہ کے متعلق کوئی تعرض نہیں کیا ہے، حدیث کی کسی کتاب میں اس کے متعلق کوئی باب نہیں ملتا ہے، نہ

اس حدیث پر نہ اس جیسی کسی دوسری حدیث پر، معلوم ہوا کہ یہ حدیث یا اس جیسی کوئی حدیث قومہ میں وضع یدین پر دلالت نہیں کرتی۔

بہر حال حدیث مذکور میں لفظ ''فی الصلوٰۃ'' عام نہیں ہے بلکہ اس سے خاص حالت قیام (قبل الرکوع) مراد ہے، یہ اسلوب کوئی غریب نہیں معروف ہے، صحابی یا بعد کے راوی حسب موقع وحاجت ایسا از راہ اختصار بالاجمال مجازاً بیان کردیتے ہیں، اس اختصار اور فی الجملہ بیان اور تعبیر کو عام سمجھ لینا بڑی غلط فہمی ہے، ایسا اختصار واجمال متعدد مسائل ومباحث سے متعلق احادیث میں ملے گا، مثال کے طور پر موطا میں سلیمان بن یسار سے مروی ہے فرماتے ہیں: کان النبی ﷺ یرفع یدیہ فی الصلوٰۃ'' سنن ابی داؤد میں وائل بن حجر کی حدیث میں ہے کہ: قال رأیت النبی ﷺ فی الشتاء فرأیت اصحابہ یرفعون ایدیھم فی ثیابھم فی الصلوٰۃ''۔ وہی لفظ ''فی الصلوٰۃ'' وہی تعبیر، کیا اس کا مطلب کسی نے بھی یہ سمجھا ہے کہ یہ حدیث عام ہے اور کل حالات صلوٰۃ میں نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے رفع یدین کرنے پر دلالت کرتی ہے، ظاہر ہے کہ نہ راوی کا یہ مقصود ہے نہ کبھی کسی کو اس لفظ سے یہ غلط فہمی ہوئی ہے، بلکہ سب نے یہی سمجھا ہے کہ ان احادیث میں ''فی الصلوٰۃ'' سے وہ خاص خاص حالت مراد ہے جس میں آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام سے رفع یدین ثابت اور معہود ومعروف ہے، بس یہی معاملہ زیر بحث حدیث کا بھی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی اس مسئلہ کے متعلق تحقیق اور ''مرعاۃ'' سے جو اقتباس پہلے پیش کیا گیا ہے وہ اسی حدیث سہل بن سعد کی شرح سے متعلق ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں ''فی الصلوٰۃ'' مطلق ہے مگر اس

سے مراد وہی قیام فی الصلوٰۃ قبل الرکوع ہے جو دوسری احادیث میں وارد ہے، اس طرح کی احادیث مطلقہ کو انہی احادیث مقیدہ پر محمول کیا جائے گا۔ (1) (مرعاۃ ج ۱ص۵۵۸)

ایسا اس لئے کیا جائے گا اور مطلق کو اس کے اطلاق پر باقی نہیں رکھا جائے گا کہ یہ احادیث ایک ہی حکم اور ایک مسئلہ وضع یدین سے متعلق ہیں، اور قومہ میں وضع یدین کے بارے میں کوئی نص کوئی حدیث صریح وارد نہیں ہے، اور قرون اولی سے تا ایں دم امت کا تعامل قیام ہی میں وضع یدین کا ہے، اور قومہ میں ارسال پر ہے، اس لئے یہاں "المطلق یجری علی اطلاقه" کا قاعدہ جاری نہیں ہوگا کیونکہ مانع موجود ہے۔

② فاضل مدنی موصوف ودیگر قائلین وضع نے قومہ میں بھی وضع یدین کے لئے دوسری دلیل کے طور پر سنن نسائی وسنن کبری بیہقی کے حوالہ سے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث پیش فرمائی ہے:

"قال رأيت رسول الله ﷺ "اذا كان قائما في الصلوٰة قبض بيمينه على شماله" بیہقی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ "ان النبی ﷺ كان اذا قام في الصلوٰة قبض بيمينه على شماله" یعنی وائل بن حجر بیان فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ جب نماز میں کھڑے ہوجاتے تو اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے تھے" دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے تھے"

---

(1) جس طرح کی یہ احادیث مطلقہ موضع وضع (صدر، یا تحت الصدر یا فوق السرۃ یا تحت السرۃ) کے بارے میں بھی خاموش یعنی مطلق یا مجمل ہیں اور انہیں احادیث مقیدہ پر محمول کرتے ہوئے موضع وضع کی تفصیل وتعیین کی گئی ہے۔

وجہ استدلال ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا عمل اذا کان قائما فی الصلوٰۃ، اور دوسری روایت میں "اذا قام فی الصلوٰۃ" عام بھی ہے اور صریح بھی کہ نمازی جب حالت قیام میں ہوگا تو اس کے لئے ہاتھ پکڑنا مشروع ہے، نہ کہ دوسری حالتوں میں، چاہے یہ قیام رکوع سے پہلے ہو یا رکوع کے بعد، خواہ رکعت اولی میں ہو کہ دوسری رکعت میں''

☆ اس حدیث کے عام ہونے اور عموم پر بھی صراحتاً دلالت کرنے کا مدار کس لفظ پر ہے موصوف نے بیان نہیں کیا ہے، ہوسکتا ہے کہ لفظ ''اذا'' سے عموم سمجھا گیا ہو، حالانکہ ''اذا'' عموم کے لئے نص نہیں ہے، جیسا کہ اصول فقہ میں تفصیل موجود ہے، نیز یہاں ''اذا'' کے عموم کیلئے نہ ہونے اور قیام سے قیام قبل الرکوع مراد ہونے کا ایک بڑا قرینہ وہی عملی تواتر وتعامل امت ہے جس کا ذکر شروع میں تفصیل سے ہو چکا ہے۔

☆ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس حدیث میں قیام سے عام اور مطلق قیام خواہ وہ رکوع سے پہلے ہو یا رکوع کے بعد مراد لینے کی غلط فہمی کی بنا وہی حدیث کا اختصار اور اجمالی بیان ہے، ورنہ وائل بن حجر کی اس حدیث کے متعدد طرق سے مروی تمام الفاظ اور پوری مکمل و مفصل حدیث کو سامنے رکھ لیا جائے تو مطلع صاف ہو جائے گا، اور عیاں ہو جائے گا کہ اس میں قیام سے مراد قیام قبل الرکوع اور قیام قرأۃ ہی ہے نہ کہ مطلق قیام، ذیل میں یہ بحث علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الاحادیث الصحیحہ" (جلد۵ ص۳۰۶) سے حذف واضافہ کر کے بیان کر دینا کافی ہوگا، مختلف مختصر و مفصل روایات اور انکے الفاظ ملاحظہ ہوں، چند روایات ایسی بھی ہیں جن میں وضع یمین علی الشمال کا سرے سے ذکر ہی نہیں ہے، ہم نے انہیں نہیں بیان کیا ہے:

۱- عن وائل بن حجر قال رأیت النبی ﷺ واضعا یمینه علی شماله فی

الصلوٰۃ (مسند احمد، مصنف عبدالرزاق، شرح السنہ للبغوی)

۲- عن وائل بن حجر ان النبی ﷺ کان اذا قام فی الصلوٰۃ قبض علی شماله بیمینه (المعرفہ للفسوی، سنن کبری بیہقی، معجم کبیر للطبرانی)

۳- عن وائل بن حجر قال رأیت رسول الله ﷺ اذا کان قائما فی الصلوٰۃ قبض بیمینه علی شماله (سنن النسائی)

۴- عن وائل بن حجر، انه رأی النبی ﷺ رفع یدیه حین دخل فی الصلوٰۃ کبّر – وصف همام حیال اذنیه – ثم التحف بثوبه، ثم وضع یده الیمنی علی الیسری، فلما اراد ان یرکع اخرج یدیه من الثوب فرفعهما ثم کبر فرکع، فلما قال سمع الله لمن حمده رفع یدیه، فلما سجد سجد بین کفیه۔ (مسلم، ابوعوانہ، احمد، بیہقی)

۵- عن وائل بن حجر قال: قلت لانظرن صلوٰۃ رسول الله ﷺ کیف یصلی؟ قال: فقام رسول الله ﷺ فاستقبل القبلة، فکبر فرفع یدیه حتی حاذتا اذنیه ثم اخذ شماله بیمینه، فلما اراد ان یرکع رفعهما بمثل ذالك، ثم وضع یدیه علی رکبتیه، فلما رفع رأسه من الرکوع رفعهما بمثل ذالك، الحدیث (احمد نسائی، ابوداؤد، وغیرہ بسند صحیح)

غور فرمایئے یہ وائل بن حجر سے متعدد طرق سے مروی ایک ہی حدیث ہے، بعض مختصر بعض مطول و مفصل، پہلی روایت میں وضع یمین علی الشمال کی کیفیت مطلق صلوۃ سے متعلق ہے، دوسری اور تیسری روایت میں "اذا قام فی الصلوٰۃ" ہے حالت قیام کے ساتھ مقید ہے، اور چوتھی و پانچوی روایتوں میں یہ تفصیل اور یہ صراحت بھی ہے کہ وضع یمین علی الشمال کی کیفیت جو وائل بن حجر نے بیان فرمائی ہے

وہ قیام قبل الرکوع سے متعلق ہے، یعنی نہ مطلق صلوٰۃ سے نہ مطلق قیام سے بلکہ خاص قیام سے جس میں قرأۃ ہوتی ہے جو قبل الرکوع ہے۔

اس لئے معلوم ہوا کہ "قائماً فی الصلوٰۃ" اور "اذا قام فی الصلوٰۃ" سے بھی وہی قیام مراد ہے جس کی مفصل روایت میں تفصیل وتصریح ہے، کیونکہ حدیث ایک ہی ہے، پھر غور کیجئے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے قومہ کے تعلق سے رفع یدین کے بارے میں تو یہ کہا کہ "رفعهما مثل ذالك" لیکن وضع یدین کے بارے میں ایسا کچھ نہیں کہا، حالانکہ مختلف حالاتِ صلوٰۃ قیام، رکوع، قعدہ کے تعلق سے یدین کی خاص خاص کیفیت کے بیان کا اہتمام کیا ہے، معلوم ہوا کہ قومہ میں طبعی کیفیت ارسال ہی پر عمل تھا، کوئی دوسری وضع نہیں تھی ورنہ اس کو بیان کیا ہوتا۔(۱)

اب اگر کسی کے سامنے مفصل ومکمل حدیث نہ ہو یا اس سے صرف نظر کرتے ہوئے وہ مختصر حدیث کو سامنے رکھے تو یہ اندیشہ واحتمال ہے کہ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے کہ وضع یمین علی الشمال کا تعلق ہر قیام سے ہے، حالانکہ یہ قطعی واقع کے خلاف ہے، وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے ہرگز ایسا نہیں بیان فرمایا ہے جیسا کہ تفصیل اوپر بیان ہوئی، پھر بھی کوئی خواہ مخواہ مفصل حدیث کو نظر انداز کردے اور اس حدیث کے مختصر الفاظ کی بنا پر عموم پر استدلال کرنے لگ جائے تو اسے کیا کہا جائے۔

یہ تو وہی نامعقول رویہ ہے جو سنت رفع یدین کے منکرین حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث کے ساتھ اختیار کئے ہوئے ہیں، جو صحیح مسلم وغیرہ

---

(۱) حالت قیام سے جب رسول اللہ ﷺ رکوع میں جاتے تو باندھے ہوئے ہاتھوں کو کھول کر رفع یدین کرتے پھر رکوع میں جاتے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں یہ صراحت وارد ہے۔ اب حالت قیام ہی میں ہاتھوں کو کھولنا تو ثابت ہوا، اور رکوع کے بعد کے قیام میں باندھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں، لہٰذا ثابت ہوا کہ رکوع کے بعد قومہ میں ارسال (ہاتھوں کو لٹکا کر رکھنا) ہی مسنون ہے۔

میں متعدد طرق سے مفصل ومختصر مروی ہے، ایک مفصل روایت کے الفاظ یہ ہیں: عن جابر بن سمرة قال كنا اذا صلينا مع رسول الله ﷺ قلنا السلام عليكم و رحمة الله، واشار بيديه الى الجانبين، فقال رسول الله ﷺ علام تؤمون بأيديكم كأنها أذناب خيل شمس انما يكفى احدكم ان يضع يديه على فخذيه ثم يسلم على اخيه من عن يمينه وشماله (صحيح مسلم)۔

ایک دوسری روایت میں ہے: كنا نصلي خلف النبي ﷺ فنسلم بايدينا فقال (ﷺ): ما بال هولاء يسلمون بأيديهم كانها أذناب خيل شمس يكفى احدهم ان يضع يده على فخذه ثم يقول السلام عليكم، السلام عليكم (نسائی)

اس حدیث کو بعض رواۃ نے مختصراً روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: عن جابر بن سمره رضى الله عنه قال خرج علينا رسول الله ﷺ فقال: مالی اراكم رافعى ايديكم فى الصلوٰة كانها أذناب خيل شمس اسكنوا فى الصلوٰة. (صحيح مسلم)

منکرین سنتِ رفع یدین اس سلسلہ کی مفصل ومکمل روایت کو چھوڑ کر مختصر روایت کے الفاظ سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھئے نبی اکرم ﷺ نے نماز میں رفع یدین کرنے سے منع فرمایا ہے، اس لئے رفع یدین منسوخ ہے، حالانکہ مفصل حدیث میں یہ صراحت ہے کہ صحابہ سلام پھیرنے کے وقت دائیں بائیں جو ہاتھ اٹھاتے اور اشارہ کرتے تھے آنحضرت ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، نہ کہ مطلق اور ہر حالت صلوٰۃ کے رفع یدین سے (تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے مرعاۃ شرح مشکوٰۃ ج ا ص ۵۳۱-۵۳۳)

تو جس طرح اس مسئلہ میں مکمل و مفصل حدیث کو نظر انداز کردینا اور مختصر روایت سے استدلال کرنا غلط ہے، ٹھیک اسی طرح زیر بحث مسئلہ میں بھی وائل بن حجر کی مکمل و مفصل حدیث کو پیش نظر نہ رکھنا اوران کی مختصر روایت سے استدلال کرنا بھی قطعی غلط اور یکدم نامعقول ہے، حدیث ایک ہی ہے دو نہیں ہے، اس لئے حدیث کے پورے متن اور مکمل سیاق کو سامنے رکھنا ضروری ہے، ورنہ فہم حدیث میں مذکورہ قسم کا وہم اور غلط فہمی واقع ہوتی رہے گی۔

علامہ البانی رحمہ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں تشہد میں اشارہ بالمسبحہ والی حدیث سے مثال دی ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہم) سے مروی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: کان ﷺ اذا جلس فی الصلوٰۃ وضع یدیہ علی رکبتیہ ورفع اصبعہ الیمنی التی تلی الابہام فدعا بہا......(۱)

اور ایک دوسری روایت میں ہے: کان اذا قعد فی التشہد وضع یدہ الیسری علی رکبتہ الیسری، و وضع یدہ الیمنی علی رکبتہ الیمنی وعقد ثلاثۃ وخمسین واشار بالسبابۃ..... الحدیث (صحیح مسلم):

حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہم) سے بھی یہ حدیث اسی طرح باختلاف الفاظ مروی ہے، پہلی روایت میں جلوس ''فی الصلوٰۃ'' مطلق ہے جبکہ دوسری روایت میں وہ ''فی التشہد'' کے ساتھ مقید ہے، گویا کہ پہلی روایت مختصر ہے، دوسری مفصل ہے حدیث ایک ہی ہے، ایک روایت کی دوسری روایت سے تفصیل وتوضیح اور تکمیل ہوتی ہے، تو جس طرح یہاں کسی کا ''اذا جلس فی الصلوٰۃ'' کو عام سمجھنا اور اس بنا پر ہر جلوس وقعدہ حتی کہ قعدہ بین السجدتین میں بھی اشارہ کرنے کا مسئلہ بیان کرنا اور اس پر

(۱) یہ حدیث بھی عام ارید بہ الخاص کی ایک مثال ہے، لفظ اذا جلس فی الصلوٰۃ بظاہر عام ہے لیکن اس سے مراد خاص قعدہ تشہد ہے۔

عمل کرنا قطعی غلط اور حدیث فہمی سے پرے ہوگا،(۱) ٹھیک یہی معاملہ زیر بحث حدیث کے الفاظ "اذا قام فی الصلوٰۃ" کا بھی سمجھ لیجئے ،والعاقل تکفیہ الاشارہ، توضیح کے اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں۔

☆ بہر حال جب حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی زیر بحث مفصل ومکمل حدیث کی روشنی میں یہ ثابت ہوگیا کہ مختصر روایت میں کہ جس کو دلیل بنایا گیا ہے لفظ اذاقام فی الصلوٰۃ اور قائما فی الصلوٰۃ میں وارد قیام سے قیام قبل الرکوع کا مراد ہونا متعین ہے اور مطلق قیام مراد لینے کی گنجائش نہیں ہے، تو اب فاضل مدنی موصوف کی اس دراز نفسی پر کسی تبصرہ کی حاجت نہیں رہ جاتی جو انہوں نے قیام قبل الرکوع کو قیام ثابت کرنے اور زیر بحث حدیث کے لفظ "اذا قام" اور "قائما" میں اس کے بھی داخل ومراد ہونے کیلئے کی ہے، وہ محض تطویل لا طائل ہے۔

پھر یہ کون کہتا ہے کہ قیام بعد الرکوع قیام نہیں ہے، کہنے والے کہتے یہ ہیں کہ احادیث وروایات کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ وتابعین وغیرہ قیام قبل الرکوع کو مطلق قیام سے تعبیر کرتے ہیں (۲) لیکن قیام بعد الرکوع کو مطلق قیام سے تعبیر نہیں کیا کرتے، بلکہ اسے رکوع، رفع من الرکوع، سجدہ وغیرہ کے قرینہ وقید کے ساتھ عموماً مقید کرکے بیان کرتے ہیں، اس لئے جب اس طرح کے کسی قید وقرینہ کے بغیر صفت صلوٰۃ نبوی کے بیان کے سلسلہ میں قیام کا ذکر کریں تو اس سے قیام قبل الرکوع مراد ہوا کرتا ہے، جیسا کہ زیر بحث حدیث میں ہے۔

---

(۱) مسئلہ ھذا کی لئے ملاحظہ ہو تمام المنہ ص ۲۱۶۔

(۲) براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس تعبیر کو دیکھئے "کان رکوع النبی ﷺ وسجودہ و بین السجدتین واذا رفع راسہ من الرکوع ما خلا القیام و القعود قریباً من السواء (صحیح بخاری ج۱ ص ۲۷۶/۷۹۲)

خود فاضل موصوف نے قیام بعد الرکوع پر قیام کے اطلاق کے ثبوت کیلئے جو دلائل ونظائر، ابواب واحادیث پیش فرمائی ہیں ان سب کا حال بھی یہی ہے کہ وہ سب مقید ہیں ذیل میں انھیں نقل کردیا جاتا ہے، ان پر ناظرین ایک طائرانہ نظر ڈال کر دیکھ لیں، از راہ اختصار ہم کوئی توضیح اور تبصرہ نہیں کریں گے اور در حقیقت اس کی ضرورت بھی نہیں ہے، ملاحظہ فرمائیں:

☆ حدیث براء......فرفع راسه من الركوع قاموا قياما...... (صحیح بخاری ۲/۲۹۵)

☆ حدیث براء......فلم نزل قياما حتى نراه قد وضع وجهه في الارض...... (صحیح مسلم ۱/۳۴۵)

☆ حدیث عائشہ صدیقہ......ثم رفع راسه فيقيم صلبه ثم يقوم قياما...... (ابن ماجہ ۱/۵۵۶)

☆ حدیث انس...... اذا رفع راسه من الركوع قام حتى نقول نسي...... (احمد، بخاری، مسلم)

☆ حدیث حذیفہ...... ثم قام قياما طويلا قريبا مما ركع ثم سجد...... (صحیح مسلم/۵۳۶)

☆ امام ابوداؤد نے باب باندھا ہے "باب طول القيام من الركوع"

☆ امام نسائی نے باب باندھا ہے "باب قدر القيام من الركوع"

☆ علامہ ابن حزم نے "محلی" میں فرمایا "كان ابو عبيدة يطيل القيام بعد الركوع" (۴/۱۲۲)

③ فاضل مدنی موصوف ودیگر علماء نے بھی اپنے مدعیٰ وضع یدین بعد الرکوع کے

لیئے تیسری دلیل یہ بیان فرمائی ہے:

"...... سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر قال رأیت النبی ﷺ حین کبر رفع یدیہ حذاء اذنیہ ثم حین رکع ثم حین قال سمع اللہ لمن حمدہ رفع یدیہ، و رأیتہ ممسکا یمینہ علی شمالہ ......
(مسند احمد ۴/ ۳۱۸)

"یعنی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا، جب آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھایا، پھر جب رکوع فرمایا، پھر جب سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا، اور میں نے آپ ﷺ کو اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑے ہوئے دیکھا - یہ حدیث کم از کم حسن ضرور ہے، اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو رکوع کے بعد پکڑا"

☆ یہ وہی دلیل نمبر دو ہے، اُسی حدیث وائل بن حجر کا ایک سیاق، جسکا تفصیلی جائزہ گذر چکا ہے، اور اُس سیاق سے زیر بحث مدعیٰ وضع یدین بعد الرکوع پر استدلال کی غلطی کا مبنیٰ بھی وہی ہے، یعنی مکمل و مفصل حدیث اور اس کے تمام طرق اور ان کے مجموعی سیاق کو چھوڑ کر ایک سیاق کو پکڑ لینا اور اس پر استدلال کی عمارت کھڑی کر دینا، جیسا کہ بیان کیا گیا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث متعدد طرق سے بالفاظ مختلفہ مروی ہے، جن میں سے ایک طریق عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر ہے پھر عاصم بن کلیب سے ان کے متعدد اصحاب نے روایت کیا ہے، مثلاً زہیر، زائدہ، شریک، بشر بن المفضل، عبد الوحد وغیرہ...... (۱) ان سب کی مفصل روایات اور ان کے سیاق میں نبی اکرم ﷺ کا تکبیر تحریمہ کے بعد قیام (قبل الرکوع) میں وضع یدین

(۱) دیکھئے مسند احمد و ابوداؤد وغیرہ۔

کرنا بیان ہوا ہے، اس لئے صاف ظاہر ہے کہ سفیان عن عاصم کی روایت میں جو حدیث کے آخر میں "وممسكا يمينه على شماله" وارد ہے اس کا تعلق اسی قیام اول سے ہے جس کی تصریح دوسرے متعدد اصحاب عاصم کی روایات میں موجود ہے، نہ کہ قیام بعد الرکوع سے، والاحاديث يفسر بعضها بعضا ۔ موصوف کو غلط فہمی محض اس لئے ہوئی کہ اس روایت میں راوی نے "ممسكا بيمينه على شماله" کا ذکر رفع یدین فی القیام بعد الرکوع کے بیان کے بعد آخر میں کیا ہے، لیکن درحقیقت قیام بعد الرکوع کے ساتھ وابستہ کر کے نہیں کیا ہے بلکہ علیحدہ ایک مستقل امر کے طور پر کیا ہے اب اس کا تعلق کس سے ہے؟ کیا اس سے پہلے مذکور قومہ سے یا شروع میں مذکور قیام سے، تو دوسری مفصل روایت کو دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قیام اول سے ہے اس لئے یہ کہنا کہ: اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کو رکوع کے بعد باندھا" دعوی بلا دلیل بلکہ دلیل اور واقع کے خلاف ہے۔

☆ فاضل موصوف نے اس حدیث شریف پر بحث کے سلسلہ میں صحیح بخاری و صحیح مسلم کے حوالہ سے جو حدیث کسوف پیش کی ہے اس میں نہ وضع یدین کا ذکر ہے نہ قومہ کا ان دونوں امر سے سرے سے کوئی تعرض ہی نہیں کیا گیا ہے، بہر حال حدیث کسوف (جس میں ہر رکعت کے اندر دو قیام اور دو رکوع ہوتا ہے) سے قومہ میں وضع یدین پر موصوف کی تقریر استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ "جس طرح صلوٰۃ کسوف میں پہلے رکوع کے بعد دوسرے قیام میں وضع یدین ہے نہ کہ ارسال حالانکہ وہ بھی قیام بعد الرکوع ہے، اسی طرح (نہ صرف صلوٰۃ کسوف بلکہ) ہر نماز میں رکوع کے بعد قومہ میں بھی وضع یدین ہونا چاہئے"۔

سو عرض ہے کہ صلوٰۃ کسوف کے بارے میں معروف ہے کہ دو قیام ہے اور دو رکوع بھی"، اور یہ ہیئت اسی کے ساتھ خاص ہے درحقیقت یہ دونوں قیام اصل قیام

ہیں اور دونوں قیام قبل الرکوع ہیں، پہلا قیام قبل الرکوع الاول، دوسرا قیام قبل الرکوع الثانی، اسی لئے دونوں میں قرأۃ مشروع ہے، اس لئے ظاہر ہے کہ ان دونوں کی کیفیت ایک ہوگی یعنی وضع یمین علی الشمال کے ساتھ، کیونکہ قیام قرأۃ میں بہر حال وضع یدین کی کیفیت ثابت اور مسلمہ ہے، البتہ دوسرے رکوع کے بعد کے قیام یعنی قومہ کا جس کے بعد سجدہ ہوتا ہے یہ حکم نہیں ہوگا، کیونکہ اس میں وضع وقبض نہ ثابت ہے نہ وارد ہے، بلکہ جیسا کہ بار بار کہا گیا کہ قرون اولی سے لیکر تا ایں دم قومہ میں ارسال پر تعامل وتوارث چلا آرہا ہے، گویا اس پر امت کا اجماع ہے، اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:"لا تجتمع امتی علی ضلالة"

④ فاضل موصوف نے اپنے موقف پر استدلال کیلئے حدیث مسیء صلوٰۃ سے کوئی تعرض نہیں کیا ہے، جب کہ بعض علماء نے اس کو بھی دلیل بنایا ہے، اور اس میں قومہ کی کیفیت کے بارے میں وارد اس لفظ سے استدلال کیا ہے: واذا رفعت فاقم صلبك وارفع راسك حتى ترجع العظام الى مفاصلها" یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب تم رکوع سے اٹھو تو اپنی پیٹھ کو بالکل سیدھی رکھو اور سر اٹھائے رکھو کہ ساری ہڈیاں اپنے جوڑوں پر لوٹ جائیں۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ "ساری ہڈیاں اپنے جوڑوں پر لوٹ جائیں" سے معلوم ہوا کہ قیام اول میں جو کیفیت تھی تمام اعضاء تمام ہڈیاں اسی کیفیت پر لوٹ جائیں، یعنی تب قومہ میں بھی قیام اول کی طرح وضع یدین کی کیفیت ہوگی، مگر یہ استدلال صحیح نہیں ہے، علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "صفۃ صلوٰۃ النبی" کے حاشیہ میں اس استدلال کی خامی اور غلطی کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"بعض علماء حجاز وغیرہ کا اس حدیث سے اس قیام (قومہ) میں وضع یمنی علی

الیسری کی مشروعیت پر استدلال کرنا حدیث مسیء صلوٰۃ کی مجموعی روایات کی رو سے بہت بعید ہے، بلکہ باطل ہے، کیونکہ اس حدیث کے کسی طریق، کسی روایت اور کسی لفظ میں قیام اول میں وضع یدین کا ذکر ہی نہیں ہے، تو پھر "حتی ترجع العظام الی مفاصلها" یا (فیاخذ کل عظم ماخذه) کے الفاظ سے وضع یدین بھی مراد لینا اور اس سے قومہ میں وضع یدین پر استدلال کرنا بھلا کس طرح روا ہوگا؟ یہ اس وقت صحیح ہوتا جب اس حدیث کے مجموعی الفاظ اس استدلال کا ساتھ دیتے، مگر یہاں تو حال یہ ہے کہ اس حدیث کی دلالت واضح طور پر اس استدلال کے خلاف ہے، درحقیقت مذکورہ زیر بحث الفاظ "یاخذ کل عظم ماخذه" اور "حتی ترجع العظام الی مفاصلها" کا یہاں وضع یدین سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، بلکہ یہاں "عظام" (ہڈیوں) سے مراد پیٹھ کی ہڈیاں ہیں، جیسا کہ اس سلسلہ میں فعل نبوی سے متعلق حدیث میں تصریح وارد ہے (چنانچہ ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے):

فاذا رفع رأسه استوی حتی یعود کل فقار (۱) مکانه" (صحیح بخاری وغیرہ)

یعنی آپ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اس طرح سیدھے کھڑے ہوجاتے کہ پیٹھ کی تمام ہڈیاں اپنی جگہ پہنچ جائیں،

غور کیجئے تو یہ حدیث درحقیقت قومہ میں ارسال پر دلالت کرتی ہے کیونکہ ساری ہڈیاں اپنے جوڑوں پر لوٹ جائیں، سے مراد ظاہر ہے کہ بحالت قومہ جوڑوں کی طبعی واصلی حالت ہے، اور وضع یدین کی صورت میں کہنیوں کا جوڑ اپنی طبعی واصلی حالت میں نہیں ہوتا. البتہ ہاتھوں کو لٹکانے اور ارسال کی صورت میں وہ اپنی طبعی مفاصل پر ہوتا ہے۔

(۱) بفتح الفاء والقاف جمع فقارة، وهی عظام الظهر، وفی المحکم: وهی ما انتضد من عظام الصلب من لدن الکاهل الی العجب (مرعاة ج۱ ص۵۲۷)

لطیفہ: براء بن عازب کی حدیث میں جسطرح قومہ کے بارے میں یہ لفظ ہے کہ: "رفع حتی اخذ کل عظم مأخذہ" اسی طرح سجدہ کے بارے میں بھی یہی لفظ ہے "ثم سجد حتی اخذ کل عظم مأخذہ "(مسند احمد ج۳ ص۱٤۷ /٤۷۳) فافہم

⑤ فاضل موصوف نے چوتھی دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ:" علمائے کرام نے ذکر کیا ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ یہ کیفیت خشوع وخضوع سے قریب تر ہے، کیونکہ سائل کی صفت تذلل ہے، اور عیاں ہے کہ یہی ہیئت (تذلل) نمازی سے قبل الرکوع وبعد رکوع مطلوب ہے....."

عرض ہے کہ قیام بصفت ارسال میں بھی تذلل کچھ کم نہیں ہے، سر اور نظر جھکائے، ہاتھوں کو لٹکائے، سکینت ووقار کے ساتھ اللہ رب العزت احکم الحاکمین کے سامنے کھڑے ہونے کی صورت میں بھی خضوع بھی ہے اور تذلل وخشوع بھی، اس لئے موصوف کا نماز میں طول قیام بکیفیت ارسال کو نا قابل فہم قرار دینا اور یہ کہنا کہ: "آنحضور ﷺ (ایک بار نماز تہجد میں) رکوع کے بعد کافی دیر تک کھڑے رہے بلکہ سورہ بقرہ پڑھے جانے سے زیادہ دیر تک کھڑے رہے، پس کیا کوئی صاحب عقل یہ باور کر سکتا ہے کہ آپ ﷺ ہاتھ چھوڑے حالت ارسال میں کھڑے رہے بلکہ یہ کیفیت نماز میں ایک عجیب وغریب کیفیت ہے"، بجائے خود عجیب وغریب ہے، آخر نماز میں قیام بکیفیت ارسال کا عجیب وغریب ہونا کس نص اور کس دلیل سے ثابت ہے؟ بعض علماء کے قیام میں وضع یدین کی کوئی حکمت بیان کرنے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ قیام بحالت ارسال میں تذلل نہیں ہے، کوئی حکمت نہیں ہے؟ اس کی حکمت کوئی امام مالک یا علماء موالک سے پوچھے (۱) بعض علماء مالکیہ نے تو ارسال ہی کو اقرب الی

الخشوع، اور کیفیت وضع کو خشوع کے منافی لکھا ہے (وللناس فیما یعشقون مذاهب) درحقیقت اس طرح کی عقلیت اور حکمت آفرینی سے کوئی شرعی مسئلہ ثابت نہیں ہوتا، یہاں تو اولاً کتاب وسنت سے دلیل چاہئے۔ "ایتونی بکتاب الله وسنة رسوله" عقلی حِکَم ومصالح اس کے بعد۔

☆ آگے لکھتے ہیں: "یہی وجہ ہے کہ علماء نے کسی کے سامنے دونوں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے سے منع کیا ہے جیسے بدعتیوں کا قبروں کے سامنے کھڑا ہونا جنھیں وہ قابل تقدیس سمجھتے ہیں"۔

نبی اکرم ﷺ نے کسی کے لئے تعظیماً جیسے اعاجم اپنے ملوک وسلاطین، چودھریوں اور زمینداروں کیلئے کھڑے رہتے تھے کھڑے رہنے سے منع فرمایا ہے خواہ وہ ہاتھ چھوڑ کر ہو یا جوڑ کر اور باندھ کر۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: من احب ان یتمثل له الرجل قیاما فلیتبوأ مقعده من النار (ابوداؤد) ایک دوسرے موقع پر فرمایا: ان کدتم لتفعلوا فعل فارس والروم یقومون علی ملوکهم وهم قعود، فلاتفعلوا (صحیح مسلم) معلوم ہوا کہ قیام بکیفیت وضع یدین ہو یا بکیفیت ارسال دونوں میں تعظیم اور تذلل کی صفت پائی جاتی ہے، اس لئے دونوں نماز کی ہیئات میں سے ہے، دونوں میں عبودیت کی کیفیت موجود ہے۔

پھر قبور اور اہل قبور کو قابل تقدیس سمجھتے ہوئے ان کی تعظیم کے طور پر قبروں کے سامنے کھڑا ہونا کسی صورت میں جائز نہیں ہے، خواہ ہاتھوں کو باندھ کر یعنی وضع یدین کے ساتھ ہو یا ہاتھوں کو لٹکا کر یعنی ارسال یدین کے ساتھ، اور صرف کھڑا ہونا ہی نہیں، اس اعتقاد اور اس جذبہ سے قبروں کے پاس بیٹھنا بھی ناجائز ہے، خواہ وہ

(۱) عبداللہ بن زبیر، حسن بصری، ابراہیم نخعی، امام لیث بن سعد، امام باقر سے بھی حالت قیام میں ارسال کا قول منقول ہے۔ (نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۰۱)

"قعدہ صلوٰۃ" کی طرح ہو یا کسی اور ہیئت و کیفیت پر ہو۔

☆ لکھتے ہیں: اگر تسلیم بھی کرلیا جائے کہ ارسال (ہاتھوں کو سینہ پر نہ باندھنا، چھوڑے رکھنا) نماز کی ہیئات میں سے ہے تو یہ لازم آتا ہے کہ مخلوق کے سامنے حالت ارسال میں کھڑا ہونا بھی ممنوع ہے کیونکہ یہ نماز کی کیفیت ہے" یعنی یہ ممنوع نہیں اس لئے یہ نماز کی ہیئات میں نہیں ہوسکتی۔

اولاً مذکورہ بالا دونوں پیراگراف ایک بار پھر پڑھ لیں، ثانیاً کیا کسی کے سامنے تادباً اس طرح بیٹھنا جس طرح نماز میں دوزانو بیٹھا جاتا ہے، قعدہ کیا جاہے، مطلقاً ممنوع ہے؟ ظاہر ہے کہ جواب نفی میں ہے، اس کے باجود "قعدہ" نماز کی ہیئات میں سے ہے، بس اسی طرح ارسال کو بھی سمجھ لیا جائے۔

⑥ پانچویں دلیل یہ بیان فرمائی:

"علمائے سابقین کی ایک جماعت نے رکوع کے بعد سینے پر ہاتھ رکھنے کی سنت کی تصریح کی ہے"۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ "علماء سابقین کی جماعت" تو کیا ان میں سے کسی ایک عالم نے بھی اس کو سنت نہیں کہا ہے، اور سنیت کی تصریح تو کیا کسی نے اس کا اشارہ بھی نہیں کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ...... اتنا بڑا دعویٰ تو کردیا گیا لیکن "علمائے سابقین" میں سے کوئی ایک نام بھی پیش نہیں کیا جاسکا، اور "البنایہ" للعینی (ج۲ص۲۱۱) سے جو دو چار نام پیش کئے گئے ہیں وہ بعد کے فقہاء حنفیہ ہیں، جنہوں نے امام ابوحنیفہ، ان کے تمام اصحاب اور جملہ فقہاء حنفیہ اور ان کے مذہب سے شذوذ اختیار کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ "رکوع کے بعد قومہ میں بھی ہاتھ باندھ لیا جائے" لیکن کسی دلیل کی بناء پر؟ نہیں!! محض شیعہ کی مخالفت میں، چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ"

البنایہ شرح الہدایہ" میں ان فقہاء کی دلیل کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انھوں نے یہ موقف اس لئے اختیار کیا کہ بہ قول ان کے:

روافض -لعنۃ اللہ علیہم- سے امتیاز متحقق رہے، کیونکہ روافض کا مذہب ابتداء صلوٰۃ سے (قیام،قومہ، ہر حال میں) ارسال یدین ہے، سو ہم اول صلوٰۃ سے ان کی مخالفت کریں گے (قیام کے ساتھ قومہ میں بھی وضع یدین کریں گے۔)(۱)

تحقیقا لخلاف الروافض لعنهم الله، فان مذهبهم ارسال اليدين من اول الصلوٰة فنحن نخالفهم من اول الصلوٰة۔

یہ بھی کوئی دلیل ہے؟ کہ اس پر مبنی قول اور اس کے قائل کو بطور حجت قابل ذکر سمجھا جائے؟ ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں اس قول کی طرف اشارہ اور "بنایہ" وغیرہ شروح میں اس کی تفصیل اور جو دو چار فقہاء حنفیہ اس کے قائل ہوئے ہیں ان کا ذکر درحقیقت محض یہ بتلانے کے لئے ہوا ہے کہ یہ قول صحیح نہیں ہے، نہ "حنفی مذہب" کی رو سے نہ دلیل کی رو سے، امام ابوحنیفہ اور ان کے تمام اصحابؒ امام ابو یوسف، اور امام محمد وغیرہ اور تمام متقدمین و متاخرین فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ "حالت قیام میں وضع یدین سنت ہے اور قومہ میں ارسال" (ملاحظہ ہو کتب فقہ حنفی) چنانچہ علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں:"واجمعوا على انه لا يسن الوضع فى القيام المتخلل بين الركوع والسجود (البدائع ج ۱ص ۴۶۹) مولانا عبدالحی لکھنوی تحریر فرماتے ہیں:

"انهم صرحوا قاطبة بأن فى القومه يسن الارسال على مذهب الصحيح

(۱) اس بیان سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ روافض کا قیام وقومہ دونوں میں ارسال پر تعامل ہے، وہیں یہ ثابت ہوا کہ اہل سنت والجماعت کا تعامل قومہ میں ارسال پر ہے، البتہ یہ بعض فقہاء چاہتے تھے کہ ہم اہل سنت قومہ میں بھی وضع یدین پر عمل کریں تاکہ روافض سے ہمارا امتیاز رہے، ان سے تشابہ نہ ہو، مگر یہ بات چونکہ بلا دلیل تھی اس لئے اہل سنت نے اس کو قبول نہیں کیا اور ارسال یدین پر عمل پیرا رہے۔

بل ادعی بعضھم فیہ الاتفاق ......" (سعایہ ج۲ص ۱۵۸)

زیر تبصرہ مضمون میں بنایہ للعینی کے حوالہ سے جو پانچ نام ذکر کئے گئے ہیں، ان میں سے تین ابوعلی نسفی، عبدالرحمٰن الحاکم اور ابوسلیمہ کے نام بنایہ میں ہیں، لیکن پہلا دو نام یعنی امام کاسانی اور امام ابوشجاع کا ذکر اس میں نہیں ملا، امام کاسانی نے البدائع میں جو کچھ لکھا ہے وہ جمہور علماء اور فقہاء کے مطابق ہے نہ کہ اس کے خلاف جیسا کہ اوپر گذرا، امام کاسانی کی وفات ۵۸۷ھ میں ہوئی ہے، ابوشجاع (۱) چوتھی صدی ہجری کے اور امام ابوعلی نسفی وعبدالرحمٰن الحاکم پانچویں صدی ہجری کے فقہاء حنفیہ میں ہیں، نسفی کی وفات ۴۲۴ھ میں ہوئی ہے۔ (ملاحظہ ہو الفوائد البہیہ وغیرہ)

☆ فاضل مدنی موصوف نے اسی سلسلہ میں اپنے موقف کی تائید کیلئے امام ابن حزم کا بھی حوالہ دیا ہے جو تمام تر غلط فہمی پر مبنی ہے، لکھتے ہیں: چناچہ ابن حزم اندلسی نے اپنی مایہ ناز اور شہرۂ آفاق کتاب المحلی (/۴/۱۱۲/مسئلہ نمبر ۴۴۸) میں لکھا ہے:

> "نمازی کے لئے مستحب ہے کہ نماز میں پورے حالت قیام میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے" اور مذکورہ احادیث سے استدلال کیا ہے جو علی العموم وارد ہوئی ہیں، اور اسے سلف کی طرف منسوب کیا ہے"۔

محلی ابن حزم کا محولہ مقام اور پوری بحث کو میں نے شروع سے اخیر تک بار بار پڑھا اور اپنی حد تک غور سے پڑھا اور اسی نتیجہ پر پہنچا کہ فاضل موصوف کو یہاں بھی حسب سابق غلط فہمی ہوگئی ہے، ورنہ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں رکوع کے بعد قومہ میں وضع یدین کو نہ خود مستحب کہا ہے نہ اسے سلف کی طرف منسوب کیا ہے، حاشا وکلا، بلکہ امام موصوف نے جو یہ لکھا ہے کہ "ونستحب ان یضع المصلی

---

(۱) ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ کے معاصر ہیں۔

یدہ الیمنی علی کوع یدہ الیسری فی الصلوٰۃ فی وقوفہ کلہ"..... تو اس میں حالت قیام سے ان کی مراد قیام قبل الرکوع ہے، اور اسی میں وضع یدین کی کیفیت کو انھوں نے مستحب کہا ہے اور اسی کو انہوں نے سلف کی طرف منسوب کیا ہے، اسی قیام کے بارے میں کہا ہے کہ "فی وقوفہ کلہ" پورے حالت قیام یعنی شروع سے اخیر تک ہاتھوں کو باندھے رکھنا ہے، یہ تصریح امام ابن حزم نے اس لئے کی ہے کہ امام محمد وغیرہ کا قول یہ ہے کہ جس قیام اور جس حالت قیام میں قرأۃ ہو بس اسی میں وضع یدین مستحب ہے، اس لئے ثناء کے وقت، قیام میں بھی وضع یدین مستحب نہیں ہے۔(۱) امام ابن حزم نے اسی قسم کے قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے، کہ ایسا نہیں ہے بلکہ پورے حالت قیام میں شروع سے اخیر تک وضع یدین مستحب ہے، میرا خیال اس طرف بھی جا رہا ہے کہ امام موصوف نے "فی وقوفہ کلہ فیہا" (کل قیام) کی تصریح کر کے یہ بیان کرنا چاہا ہو کہ وضع یدین نہ صرف قیام تحریمہ بلکہ ہر رکعت کے قیام (قبل الرکوع) میں مستحب ہے۔

بہر حال امام موصوف کی وقوف سے مراد قیام قبل الرکوع ہے، خود امام صاحب کے کلام مذکور میں اس کے قرائن و شواہد موجود ہیں، چنانچہ موصوف نے اس مسئلہ کے لئے جو دلائل بیان کئے ہیں ان میں وہی وائل بن حجر کی مفصل حدیث ہے جس پر بحث دوسری دلیل کے جائزہ میں گذر چکی ہے، اس میں وضع یدین کے قیام قبل الرکوع میں

(۱) علی ہذا القیاس نماز جنازہ میں، نماز عیدین میں تکبیرات زوائد کے وقت، اور نماز وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے وقت، قیام میں بھی امام محمد کے نزدیک وضع یدین مسنون نہیں ہے۔ کس قیام میں وضع یدین مسنون ہے اور کس قیام میں ارسال مسنون ہے اس کے لئے ائمہ احناف نے جو ضابطے بیان کئے ہیں وہ باہم کسی حد تک متعارض اور غیر مطرد ہیں اس کی توجیہ و تفصیل کے لئے مولانا لکھنوی کی شرح وقایہ کی شرح "سعایہ" دیکھنی چاہئے۔

ہونے کی صراحت ہے۔

اس کے بعد موصوف نے وہ احادیث بیان فرمائی ہیں جن میں قیام کی قید کے بغیر مطلق صلوٰۃ میں وضع یدین کا ذکر ہے، قیام کا ذکر ہی نہیں ہے، (۱) یہ احادیث مطلقہ ظاہر ہے کہ احادیث مقیدہ پر محمول ہیں، جیسا کہ پہلی دلیل پر بحث کے دوران بیان ہوا۔

اس کے بعد اخیر میں حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے دلیل دی ہے، اور معلوم ہے کہ اس میں بھی صرف قیام قبل الرکوع میں وضع یدین کا ذکر ہے، اس کے بعد معاً متصلاً متعدد ائمہ سلف کا مذہب و مسلک ان الفاظ میں ذکر فرمایا:

ورويناً فعل ذالك عن ابی مجلز وابراهيم النخعی وسعيد بن جبير و عمرو بن ميمون ومحمد بن سيرين وايوب السختيانی وحماد بن سلمه كانوا يفعلون ذالك، وهو قول ابی حنيفة والشافعی واحمد وداؤد۔

اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ امام ابن حزم نے قیام قبل الرکوع میں وضع یدین ہونے کو بیان کیا ہے، اسی کو مستحب کہا ہے، اسی کے دلائل بیان فرمائے ہیں، اور اسی کو سلف، ائمہ مذکورین کا مذہب اور اسی پر تعامل ہونا بیان کیا ہے۔

امام ابن حزم کے مقصود کو سمجھنے کے لئے اس پہلو سے بھی غور کیا جاسکتا ہے کہ یہ تو ظاہر کہ انھوں نے ائمہ مذکورین کا جو مذہب قرار دیا ہے اسی کو خود بھی مستحب کہا ہے اور اسی کے دلائل بیان فرمائے ہیں --- اب دیکھئے کہ ان ائمہ کا (جن میں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام احمد بھی ہیں) مذہب و مسلک کیا ہے، آیا وہ صرف قیام ہی میں وضع یدین کے قائل ہیں، یا قومہ میں بھی، تو کتب فقہ مذاہب میں یہ مسئلہ اور اس

(۱) ایسی دو مرفوع صحیح حدیث کا ذکر کیا ہے، بقیہ جو دو تین آثار ذکر کئے ہیں وہ ضعیف ہیں،

کی تفصیل دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ان ائمہ کا مذہب صرف قیام میں وضع یدین کا ہے، قومہ میں نہیں، پس ثابت ہوا کہ ابن حزم کا بھی مقصود یہی ہے، اسی کو انہوں نے بھی مستحب کہا ہے، ذیل میں ہم کتب فقہ مذاہب سے اس مسئلہ کے متعلق اقتباسات نقل کرتے ہیں اسی سے ان ائمہ و جمہور اہل علم کا مذہب و مسلک بھی معلوم ہو جائے گا، بہت تفصیل کا موقع نہیں ہے۔

ہدایہ وغیرہ میں ہے: ثم الاعتماد (يعني وضع اليمنى على اليسرى) سنة القيام عند ابى حنيفة ...... ويرسل في القومة، (عند ابى حنيفة وجميع اصحابه ابى يوسف ومحمد وغيرهما)

البدائع للکاسانی میں ہے: واجمعوا على انه لا يسن الوضع في القيام المتخلل بين الركوع والسجود۔

المجموع شرح المہذب للامام النوی میں ہے: فاذا فرغ من التكبير فالمستحب ان يضع اليمين على اليسار ......، فرع في مذاهب العلماء في وضع اليمنى على اليسرى، قد ذكرنا أن مذهبنا انه سنة، وبه قال على ابن ابى طالب و ابوهريرة وعائشة وآخرون من الصحابة رضى الله عنهم، و سعيد بن جبير والنخعى وابو مجلز و آخرون من التابعين، و سفيان الثورى و ابوحنيفة و اصحابه واحمد واسحاق وابوثور، وداؤد وجمهور العلماء، قال الترمذى والعمل على هذا عند اهل العلم من الصحابة والتابعين وبعدهم، (المجموع ج ۳ ص ۳۱۰)

المجموع فقہ شافعی کی بہت مشہور اور مستند کتاب ہے۔

المغنی لابن قدامہ (فقہ حنبلی کی مشہور و مستند کتاب) میں ہے: (واذا قام الى

الصلوٰۃ فقال اللہ اکبر ...ویرفع یدیہ الی فروع اذنیہ او الی حذو منکبیہ ثم یضع یدہ الیمنی علی کوعہ الیسری) وأما وضع الیمنی فی الصلوٰۃ فمن سنتھا فی قول کثیر من اھل العلم یروی ذالك عن علی وابی ھریرۃ والنخعی وابی مجلز وسعید بن جبیر والثوری والشافعی واصحاب الرای وحکاہ ابن منذر عن مالك (ج ۱ ص ۳۴۱)

دیکھئے ان کتابوں میں ودیگر کتب فقہ وشروح حدیث میں کیفیت قیام کی تفصیل کے موقع پر جمہور سلف صحابہ وتابعین وائمہ دین (جن میں ان سب ائمہ کا بھی نام ہے جو محلی ابن حزم میں مذکور ہیں) کی طرف قیام میں وضع یدین اور اسکی سنیت کا قول تو منسوب کیا گیا ہے، اور یہی ان کا مذہب بتایا گیا ہے، لیکن قومہ کی کیفیت کے بیان کے موقع پر وضع یدین اور ائمہ مذکورین وغیرھم کی طرف اس کی نسبت اور اس کے بارے میں ان کے قول و مذہب وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں ہوتا، معلوم ہوا کہ سلف کے یہاں یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا، جیسا کہ شروع میں محدث العصر علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھا گیا ہے کہ:

”نماز کے متعلق احادیث وآثار کی کثرت کے باوجود قومہ میں دونوں ہاتھوں کو باندھنے کا کسی حدیث میں بھی ذکر نہیں ہے، اگر اس کی کوئی حقیقت ہوتی تو کسی ایک ہی روایت میں سہی اس کا ذکر ضرور ہوتا، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ میرے علم کی حد تک علماء سلف میں سے کسی کا بھی اس پر عمل ثابت نہیں ہے، اور نہ ہی ائمہ حدیث میں سے کسی نے اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے“۔

خلاصہ کلام یہ کہ رکوع کے بعد قومہ میں وضع یدین مسنون نہیں ہے، بلکہ ارسال ہی سنت کے مطابق طریقہ ہے، ایسا طریقہ جس پر قرون اولی سے تا ایں دم

پوری امت کا تعامل بھی ہے اور کسی ایسے طریقہ مسلوکہ کے خلاف کوئی ایسا طرز عمل اختیار کرنا جس کا از روئے دلیل صواب ہونا واضح بھی نہ ہو اور پھر اس میں شدت اور ضد پیدا کرنا، اسے باہمی نزاع کا باعث بنانا یہ انتہائی نامعقول اور ناپسندیدہ رویہ ہے۔ علامہ ابن باز (رحمہ اللہ) تحریر فرماتے ہیں:

''یہ واضح رہے کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا یا ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا یہ ایسے مسائل نہیں ہیں جن کی وجہ سے امت میں اختلاف اور نزاع پیدا ہو، بلکہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس جیسے فروعی مسائل میں اختلاف کے باوجود باہمی محبت اور خیر خواہی کا جذبہ رکھیں۔ (فتاویٰ ابن باز ص ۹۷) واللہ اعلم بالصواب۔

محفوظ الرحمن فیضی
جامعہ فیض عام، مئو
۲/ستمبر ۲۰۰۴ء

زیر نظر رسالہ میں ایک دلیل پر بحث کے دوران "حدیث مسيء صلوٰۃ" کا ذکر آیا ہے، صلوٰۃ کے تعلق سے یہ بہت اہم حدیث ہے، اس میں صفت صلوٰۃ کی بہت کچھ تفصیل یکجا وارد ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس حدیث کا مکمل متن اس رسالہ کے آخر میں بطور ضمیمہ شامل کردیا جائے، نیز اس کا ترجمہ اور اس سے مستفاد مسائل وفوائد کو بھی بالاختصار بیان کردیا جائے۔

حدیث مُسِيء صلوٰۃ(1)

تمہید: صلوٰۃ وصوم وغیرہ عبادات میں سے کسی کی پوری کیفیت اور اس کے تمام اجزاء، ارکان وواجبات، سنن وآداب اور متعلقہ امور ومسائل کا بیان کسی ایک حدیث میں بالتفصیل یکجا وارد نہیں ہے بلکہ بعض صحابہ سے مروی حدیث میں کچھ اجزء وامور تو بعض دوسرے صحابہ سے مروی حدیثوں میں کچھ دوسرے امور واجزاء کا بیان ملتا ہے، اس طرح بہت سی احادیث کے مجموعہ سے جو بہت سے صحابہ سے مروی ہیں پوری کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ احادیث صلوٰۃ میں سے بعض حدیثوں میں صلوٰۃ کے بہت سے اجزاء وامور کا یکجا ذکر ہے، ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جو اہل علم بالحدیث کے درمیان "حدیث المسيء" یا "حدیث المسيء صلوتہ" سے معروف ہے، اس حدیث کا شان ورود یہ ہے کہ ایک روز کا واقعہ ہے (۲) کہ رسول اللہ ﷺ اور چند صحابہ جن میں رفاعہ بن رافع بھی تھے مسجد میں ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے ایک صحابی (یعنی خلاد بن رافع) (۳) مسجد نبوی میں داخل ہوئے، اور ایک طرف رسول اکرم ﷺ کے قریب ہی دو رکعت نماز۔ اغلب یہ ہے کہ تحیۃ المسجد۔ پڑھی، رسول اللہ ﷺ انھیں دیکھ رہے تھے، انھوں نے نماز ہلکی اس طرح پڑھی کہ رکوع وسجود، اور قومہ وقعود اور ان میں تعدیل وطمانیت وغیرہ ٹھیک سے نہیں کیا، رسول اللہ ﷺ نے انھیں بار بار نماز دہرانے کا حکم دیا، پھر بھی وہ ٹھیک سے نماز نہ پڑھ سکے ان میں بہت کچھ خرابی اور خلل رہا، تو پھر

---

(۱) مسيء (بروزن مصیب) اسم فاعل از اساء، یسئ، اساءۃ، خراب کرنا، بگاڑنا، برا کرنا...... (مصباح وغیرہ)

(۲) زمانہ وقوع کی تعیین محقق نہیں ہے کہ یہ واقعہ مثلاً غزوہ بدر (رمضان ۲ھ) سے پہلے کا ہے، یا اس سے بعد کا ہے۔

(۳) چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں بطریق عباد بن العوام عن محمد بن عمرو عن علی بن یحیی عن رفاعہ مروی ہے۔ "ان خلادا دخل المسجد......" نیز ملاحظہ ہو فتح الباری (۲/۲۷۸) والاصابۃ (۱/۲۵۱۳)

آنحضرت ﷺ نے انھیں نماز کا طریقہ تعلیم فرمایا، اور وہ تفصیل بیان فرمائی جو مندرجہ ذیل حدیث میں منقول ہے، اور فرمایا کہ اس طرح نمازیں پڑھو۔ چونکہ وہ صحابی نماز ٹھیک سے نہیں پڑھ سکے تھے، اس میں بہت کچھ ''إساءت'' (خرابی اور غلطی) کررہے تھے اسی لئے اہل علم کے نزدیک وہ صحابی ''مسيء صلوٰۃ'' کے لقب سے معروف ہیں، اوران سے متعلق وارد حدیث ''حدیث مسيء صلوٰۃ'' سے معروف ہے۔

یہ حدیث حضرت رفاعہ بن رافع اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے اکثر کتب حدیث مسند احمد، صحیحین، اور سنن اربعہ وغیرہ میں متعدد طرق سے بالفاظ متقاربہ مروی ہے، ان دونوں سے مروی روایات کے مجموعی سیاق اور مکمل حدیث کا آئندہ سطور میں پہلے ترجمہ پیش کیا جائے گا، اس کے بعد اس حدیث میں صراحۃً یا ضمناً مذکور اجزاء صلوٰۃ کی مختصراً نشاندہی کی جائے گی، آخر میں حضرت رفاعہ وحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی روایتوں کے مجموعی سیاق اور متن کو علیحدہ علیحدہ تحریر کیا جائے گا جسے فضیلۃ الشیخ محمد عمر بازمول/ حفظہ اللہ نے ایک منفرد رسالہ ''جزء حدیث المسيء صلوٰتہ'' میں کتب احادیث کے حوالہ کے ساتھ جمع ومرتب کیا ہے اور اس کی دقیق تخریج وتحقیق فرمائی ہے۔ ترجمہ کے لئے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کی روایات کے مجموعی سیاق کو اصل قرار دیا گیا ہے، کیونکہ ان کا بیان زیادہ مفصل ہے، اور ان کے مذکورہ مجلس نبوی میں موجود ہونے کی صراحت ہے، نیز وہ صاحب قصہ صحابی حضرت خلاد بن رافع انصاری خزرجی کے بھائی ہیں، اس لئے انھوں نے امید ہے کہ اس قصہ اور اس کی تفصیل کو زیادہ یاد رکھا ہوگا، اور بالتفصیل بیان کرنے کا اہتمام کیا ہوگا۔ البتہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات میں جو زیادات ہیں ان کو بھی ترجمہ میں حسب موقع ملحوظ اور شامل رکھا گیا ہے۔

صاحب قصہ حضرت خلاد بن رافع اور راوی قصہ حضرت رفاعہ بن رافع جیسا کہ اوپر مذکور ہوا انصار سے ہیں، ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے خلاد ورفاعہ پسران رافع بن مالک بن عجلان بن عمرو بن عامر بن زریق۔ یہ قبیلہ خزرج کی شاخ بنی زریق سے ہیں، اور مدینہ کے رہنے والے ہیں، لیکن صاحب قصہ حضرت خلاد نے چونکہ نماز درست اور ڈھنگ سے نہیں پڑھی تھی، اس لئے حضرت رفاعہ نے انھیں بدوی سے تشبیہ دی اور "کالبدوی" (دیہاتی جیسا) کہا۔ حضرت رفاعہ بالاتفاق بدری صحابی ہیں، اور غزوۂ بدر کے علاوہ غزوات احد وغیرہ میں بھی شریک تھے، ان کی وفات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اوائل خلافت میں ۴۱ھ یا ۴۲ھ میں ہوئی ہے، لیکن حضرت خلاد بن رافع کے بارے میں صرف ابن الکلبی نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ غزوۂ بدر میں شہید ہوئے، اس صورت میں یہ قصہ ظاہر ہے کہ غزوہ بدر (رمضان ۲ھ) سے پہلے کا ہوگا، لیکن حضرت خلاد کا شہدائے بدر میں سے ہونا کسی معتبر ذریعہ سے ثابت نہیں ہے، ابن الکلبی کے علاوہ کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے، بلکہ استیعاب لابن عبدالبر میں ہے "یقولون له روایة" اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد بھی حیات تھے، (اسد الغابہ) الغرض اس قصہ کے زمانہ وقوع کی تعیین محقق نہیں ہے۔

ترجمہ حدیث مسیءِ صلوٰۃ

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی میں ایک طرف بیٹھے تھے، اور ہم لوگ بھی آپ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے، ایک آدمی دیہاتی جیسا مسجد میں داخل ہوا، اور مسجد میں ایک طرف رسول اللہ ﷺ کے قریب ہی قبلہ رو ہوکر دو رکعت نماز پڑھی، اس نے نماز ہلکی، رکوع وسجود

کے اہتمام کے بغیر ادا کی، نماز ادا کرنے کے بعد آ کر رسول اللہ ﷺ اور وہاں موجود صحابہ سے سلام کیا، رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا ''وعلیک السلام''، اس کے بعد اس سے فرمایا کہ جاؤ پھر سے نماز پڑھو، کیونکہ تم نے نماز پڑھی ہی نہیں، اس نے جا کر پھر پہلے ہی جیسی نماز پڑھی، رسول اللہ ﷺ اسے بغور دیکھ رہے تھے، لیکن وہ یہ نہیں جان سکا کہ اس سے نماز میں کیا غلطی ہو رہی ہے۔ بہر حال وہ دوبارہ نماز پڑھ کر پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ سے اور صحابہ سے سلام کیا، رسول اللہ ﷺ نے سلام کا جواب دیا ''وعلیک السلام'' کہا، اور پھر اس سے فرمایا کہ جاؤ پھر سے نماز پڑھو، کیونکہ تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ نے نماز دہرانے کا تین بار حکم دیا اور اس نے تین بار نماز دہرایا(۱) وہ شخص ہر بار آتا نبی ﷺ کو سلام کرتا اور نبی ﷺ جواب دینے کے بعد ارشاد فرماتے کہ جاؤ پھر سے نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی ہے۔ یعنی تمہاری نماز ہوئی نہیں ہے۔ اس صورت حال سے لوگ (مجلس میں موجود صحابہ) خوف زدہ ہو گئے اور انہیں اس کی شدت کا احساس ہوا کہ جو ایسی ہلکی نماز پڑھے اس کی نماز نہیں ہوئی۔ بہر حال اس شخص نے عرض کیا کہ میں یہ نہیں جان سکا کہ میری نماز میں آپ ﷺ کیا خرابی پا رہے ہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ پر قرآن نازل فرمایا، اور آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ کو اعزاز بخشا، مجھے اس سے اچھی نماز پڑھنے کا طریقہ نہیں آتا، میں نے تو اپنی پوری کوشش صرف کر دی، اب آپ ﷺ ہی مجھے سکھائیں اور بتائیں، کیونکہ میں انسان ہوں خطا اور صواب

(۱) حضرت رفاعہ کی حدیث میں ''فاعادھا مرتین او ثلاثا'' شک کے ساتھ ہے، لیکن صحیح بخاری (۷۵۷، ۷۹۳) اور صحیح مسلم (۳۹۷) میں مروی حدیث ابو ہریرہ میں ''اعادھا ثلاثا'' بغیر شک کے ہے۔

دونوں ہی کا مجھ سے امکان ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! سنو:(۱)

تم جب نماز کا ارادہ کرو تو اچھی طرح کامل وضو کرو، کیونکہ جب تک کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وضوء نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی، یعنی وہ اپنے چہرہ (۲) کو اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوئے، اور سر کا مسح کرے، (۳) اور اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں تک دھوئے، پھر اذان کہو، اس کے بعد اقامت کہو۔

اور جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو مستقبل قبلہ ہو، اور قبلہ رخ ہو کر "اللہ اکبر" کہو اور اللہ عز وجل کی حمد و ثنا اور تمجید کرو، پھر سورۂ فاتحہ پڑھو، پھر قرآن سے جو چاہو، جو تمہیں یاد ہو، جو آسان ہو، جس کی اجازت دی گئی ہو پڑھو، اور اگر قرآن سے کچھ بھی یاد نہ ہو تو "الحمد للہ" "اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ" پڑھا کرو۔

---

(۱) تعلیم دینے میں تاخیر کرنے کا سبب یہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ کو ہر بار یہ امید رہی ہوگی کہ وہ شخص نماز خود درست کرلے گا، آپ نے سوچا ہوگا کہ ہوسکتا ہے یہ بھول سے یا کچھ لاپرواہی سے اس طرح نماز پڑھ رہا ہے، دہرانے کا حکم دینے سے اس کو خود متنبہ ہوجائے گا، اور نماز درست کرلے گا، لیکن جب اس سے اصلاح نہ ہوئی اور اس شخص نے حقیقت حال عرض کرکے تعلیم دینے کی درخواست کی تو آنحضرت نے اسے نماز کی تعلیم دی، تعلیم دینے میں تاخیر کرنے کا ایک سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس شخص کے اندر سیکھنے کی خوب طلب و رغبت پیدا کرلینا چاہتے تھے، کیونکہ طلب و رغبت سے حاصل کی ہوئی تعلیم کی اہمیت ہوتی ہے اور وہ یاد رہتی ہے۔

(۲) منہ اور ناک بھی چہرہ ہی کا حصہ ہے، اس لئے چہرہ دھونے کے حکم میں مضمضہ و استنشاق (کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے) کا حکم بھی شامل ہے، چنانچہ نبی ﷺ نے اسے اپنے قول و فعل سے بیان فرمایا ہے اور اس کا صریح امر بھی فرمایا ہے، ملاحظہ ہو "الروضۃ الندیہ" (ص ۱۵۰-۱۵۲، طبع جدید)

(۳) حدیث میں ہے "الاذنان من الراس" (دونوں کان سر کا حصہ ہے) پس مسح راس کا حکم مسح اذنین کو بھی شامل ہے، یہ حدیث صحیح ہے، تفصیل و تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو "الصحیحہ" (۱/۱/۸۱-۹۳ و ۲/۳/۹۰۳-۹۰۶)

پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع کرو، اور اس طرح پورے اطمینان کے ساتھ رکوع کرو کہ تمام جوڑوں کو اطمینان وسکون حاصل ہوجائے، اور رکوع میں اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھو، اور اپنی پیٹھ دراز رکھو، پھر "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے ہوئے اس طرح سیدھے کھڑے ہوجاؤ کہ پیٹھ کی ساری ہڈیاں اپنے جوڑوں پر لوٹ آئیں، اور پیٹھ سیدھی ہوجائے،

پھر "اللہ اکبر" کہہ کر سجدہ کرو، اور چہرہ (یعنی ناک) اور پیشانی کو زمین پر خوب اچھی طرح رکھو اور اس طرح اطمینان سے سجدہ کرو کہ جوڑوں کو بالکل سکون و اطمینان حاصل ہوجائے، پھر "اللہ اکبر" کہتے ہوئے اپنا سر سجدہ سے اٹھا کر اپنے سرین کو اپنے بائیں پیر پر رکھ کر سیدھے بیٹھ جاؤ تا آنکہ اطمینان سے بیٹھو، پھر "اللہ اکبر" کہو، پھر (دوسرا) سجدہ کرو، اور اپنے چہرہ (پیشانی اور ناک) کو اس طرح زمین پر رکھو کہ جسم کا ہر ہر جوڑ اپنی جگہ مطمئن ہوجائے اور یوں اطمینان سے سجدہ کرو، پھر اپنا سر اٹھاؤ تا آنکہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر اسی طرح کرو اپنی پوری نماز میں۔

اور جب تم درمیان صلوٰۃ میں (یعنی دو رکعت پر) بیٹھو تو اپنی بائیں ران (یعنی بائیں پیر) کو بچھا کر (اس پر بیٹھ جاؤ) پھر تشہد (التحیات) پڑھو، پھر جب اس کے بعد کھڑے ہو تو ایسے ہی کرو یہاں تک کہ تم اپنی نماز سے فارغ ہوجاؤ،

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے چار رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا، اور فرمایا کہ جس نے ایسا نہ کیا، اس کی نماز پوری نہ ہوگی، اور جب اس طرح کرے گا تو اس کی نماز پوری ہوگی، اور اگر اس میں کسی قسم کی کوئی کمی کروگے تو تمہاری نماز میں کمی رہ جائے گی۔ ترجمہ حدیث مسیء صلوٰۃ تمام ہوا۔

حدیث مسیء صلوٰۃ میں مذکور افعال واقوالِ صلوٰۃ

مذکورہ حدیث مسیء صلوٰۃ میں جن افعال واقوال صلوٰۃ کا ذکر وارد ہے انھیں ذیل میں مختصراً بیان کیا جارہا ہے:

۱۔ نیت، اس کا ذکر شروع میں تعلیم وضوء کے سلسلہ میں "اذا قمت ترید الصلوٰۃ" میں گویا صراحتاً، اور پھر تعلیم صلوٰۃ کے آغاز میں "اذا قمت الی الصلوٰۃ فتوجھت الی القبلہ" میں بھی ضمناً وارد ہے۔(۱)

۲ و ۳۔ قیام، استقبال قبلہ

۴ و ۵۔ تکبیر تحریمہ، تکبیر تحریمہ کے لئے لفظ "اللہ اکبر" کی تعیین۔

۶و۷و۸۔ دعاء استفتاح، قراءۃ سورہ فاتحہ، ضم سورہ

۹۔ سورہ فاتحہ وغیرہ کچھ قرآن سے یاد نہ ہو تو اس کی جگہ "الحمد للہ، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ" پڑھنا۔

۱۰ و ۱۱۔ تکبیرات انتقالات، ان تکبیرات کے لئے لفظ "اللہ اکبر" کی تعیین۔

۱۲و۱۳۔ رکوع اور اس میں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھنا، اور پیٹھ کو دراز اور سیدھی رکھنا۔

۱۴۔ تسمیع (رکوع سے اٹھتے ہوئے سمع اللہ لمن حمدہ کہنا)

۱۵و۱۶۔ قومہ (رکوع کے بعد قیام)، دو سجدہ

۱۷۔ سجدہ میں ناک اور پیشانی کی زمین پر تمکین (زمین پر اچھی طرح رکھنا)

۱۸و۱۹۔ قعدہ بین السجدتین، اس قعدہ میں افتراش (بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھنا)

۲۰و۲۱۔ جلسۂ استراحت (دوسرے سجدہ سے اٹھ کر بیٹھنا) اور اس جلسہ میں افتراش۔

---

(۱) میں نے "نیت" کا شمار شیخ بازمول/حفظہ اللہ کی اتباع میں کیا ہے، ورنہ اکثر اہل علم حافظ ابن حجرؒ، علامہ شوکانیؒ وغیرہ کے نزدیک اس حدیث میں "نیت صلوٰۃ" کا ذکر نہیں ہوا ہے۔

۲۲۔ ان تمام افعال رکوع، سجود، قومہ وقعدہ وغیرہ میں تعدیل وطمانیت، انھیں خوب اطمینان سے ادا کرنا،

۲۳و۲۴۔ قعدہ تشہد اول، اوراس میں تشہد (التحیات...... پڑھنا)

۲۵۔ ان تمام افعال کی مذکورہ ترتیب۔

بعض علماء نے رکوع، سجدہ، قومہ، قعدہ، جلسہ استراحت، ہر ایک میں تعدیل وطمانیت کا جو ذکر ہوا ہے اس کو علیحدہ علیحدہ شمار کیا ہے، اس طرح یہ تعداد یعنی اس حدیث میں مذکورہ امور صلوۃ کی تعداد تیں (۳۰) ہو جاتی ہے۔

اس حدیث میں بہت سے سنن و آداب صلاۃ کے علاوہ بعض واجبات صلوٰۃ، واجب وضروری افعال واقوال کا بھی ذکر وارد نہیں ہے جیسے آخری قعدہ وتشہد، صلوٰۃ علی النبی (درود شریف) اور آخر میں سلام، امام بغویؒ نے لکھا ہے کہ شاید یہ اس لئے ہے کہ مسیء صلوٰۃ سے ان امور میں کوتاہی نہیں ہوئی تھی۔ واللہ اعلم۔

بہت سے اہل علم کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں جن افعال واقوال صلوٰۃ کا ذکر ہے وہ سب واجبات صلوٰۃ میں سے ہیں اور واجب وضروری ہیں، اور جو اس میں مذکور نہیں ہیں وہ واجب نہیں ہے۔ حالانکہ کچھ ایسے افعال واقوال صلوٰۃ بھی اس حدیث میں مذکور نہیں ہیں، جو واجب وضروری ہیں جیسے آخری قعدہ وتشہد، اور سلام۔ اور کچھ ایسے افعال واقوال ہیں جو اس حدیث میں مذکور ہیں، لیکن وہ واجب نہیں ہیں جیسے قعدہ بین السجدتین میں افتراش (کیونکہ اس قعدہ کا ایک طریقہ اقعاء بھی ثابت ہے یعنی دونوں پیروں کو کھڑا رکھتے ہوئے دونوں ایڑیوں پر بیٹھنا) اور جیسے ضم سورہ کیونکہ صرف سورہ فاتحہ پر اکتفاء صحیح حدیث سے ثابت ہے (مرعاۃ ج۱ص ۵۸۷)

حق وصواب سے قریب تر موقف یہ ہے کہ اس حدیث میں جو افعال

واقوال صلوٰۃ مذکور ہیں یہ حدیث ان سب کے واجب وضروری ہونے پر دلالت کرتی ہے، الا یہ کہ کوئی دوسری دلیل ان میں سے جس کے واجب نہ ہونے پر دلالت کرے، سو وہ واجب نہیں ہوگا۔ اسی طرح یہ حدیث ان افعال واقوال صلوٰۃ کے واجب نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے جو اس میں مذکور نہیں ہیں۔ الا یہ کہ کوئی دوسری دلیل ان میں سے جس کے واجب ہونے پر دلالت کرے، سو وہ بھی واجب ہوگا، اس لئے صلوٰۃ کے واجبات وغیر واجبات کے بیان کے لئے صرف اس حدیث پر مدار وقیع نہیں ہے، بلکہ دوسری احادیث صلوٰۃ کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

اس حدیث میں مذکور متعدد امور صلوٰۃ کے متعلق، اس کے واجبات صلوٰۃ میں سے ہونے نہ ہونے کے بارے میں علماء وفقہاء کے درمیان بہت کچھ اختلاف ہے، اس کے تفصیلی علم کے لئے شروح حدیث اور کتب فقہ کی طرف رجوع کیا جائے۔

بہر حال اس حدیث میں اور بھی بعض امور ومسائل متعلقہ صلوٰۃ مذکور ہیں، نیز دوسرے بہت سے فوائد بھی اس سے مستفاد ہوتے ہیں مثلاً:

- نماز کے لئے وضوء، جو صحت نماز کے لئے شرط ہے۔
- نماز کے لئے اذان واقامت کی مشروعیت۔
- اس حدیث میں بھی نماز میں قرآن اور ام القرآن کی قراءت کا حکم ہوا ہے، جو عربی مبین میں ہے پس نماز میں اسی کی قراءت ضروری ہے، نماز میں اس کا فارسی وغیرہ میں ترجمہ پڑھنا درست نہیں ہوگا، کیونکہ وہ قرآن نہیں ہے۔ بلکہ معانی قرآن کا ترجمہ ہے۔
- نماز میں تعدیل وطمانیت کا بہر حال واجب وضروری اور رکن ہونا اور اس کے بغیر نماز کا صحیح نہ ہونا، کیونکہ مسیء صلوٰۃ سے بظاہر اسی تعدیل وطمانیت میں کوتاہی

ہورہی تھی جس کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے انھیں فہمائش کی کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی جاؤ پھر سے نماز پڑھو۔

- نادرست نماز کے اعادہ کا ضروری ہونا۔
- کوتاہی اور غلطی پر بروقت ٹوکنا اور اس کی اصلاح کرنا۔
- اصلاح اور تعلیم وتربیت میں حکمت ولینت سے کام لینا۔
- تعلیم کے لئے حکیمانہ اسلوب اختیار کرتے ہوئے حسب موقع مطلوبہ امور سے زیادہ بعض امور کو بیان کرنا (جیسے مذکورہ واقعہ میں رسول اللہ ﷺ نے مسئولہ بت صلاۃ کے علاوہ وضوء کا طریقہ بھی مختصراً بیان فرمایا)
- کسی امر کی تاکید کے لئے ازخود قسم کھانا۔
- کسی ایک مجلس میں یا کسی شخص کے پاس وقفہ وقفہ سے بار بار جانے آنے کی صورت میں ہر بار سلام کرنا، خواہ وقفہ کم ہی ہو، (اس بارے میں عوام تو درکنار خواص، اساتذہ اور طلبہ سے بھی بہت کوتاہی ہورہی ہے، انھیں چاہئے کہ درسگاہ اور اسٹاف روم میں بھی جتنی بار آئیں جائیں حاضرین کو سلام کریں اور نکلیں تب بھی سلام کریں، حدیث شریف میں ہے "لیست الاولیٰ باحق من الآخرۃ" (ترمذی:۲۷۰٦)

شارح حدیث قاضی ابن العربی نے شرح ترمذی میں اس حدیث سے چالیس مسائل وفوائد کا مستفاد ہونا لکھا ہے اور انھیں تفصیل سے بیان فرمایا ہے، دوسرے بہت سے شارحین حدیث نے بھی اس حدیث پر اور اس سے مستفاد مسائل و فوائد پر تفصیل سے کلام کیا ہے، مثلاً علامہ ابن دقیق العید نے "احکام الاحکام" (۲/۲۔۱۲) میں، حافظ ابن حجر نے "فتح الباری" (۲/۲۸۰۔۲۸۱) میں اور علامہ شوکانی نے "نیل الاوطار" ۲/۱۵۷۔۱٦۱) میں۔

تخریج حدیث مسیء صلوٰۃ

حدیث مسيء صلوٰۃ دو صحابی حضرت رفاعہ بن رافع اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

● حدیث رفاعہ کی روایت کا مدار۔ جیسا کہ شیخ بازمول/ حفظہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔ مندرجہ ذیل طرق واسانید پر ہے:

۱۔ محمد بن عجلان عن علی بن یحیی بن خلاد عن أبیہ عن عمہ رفاعہ بن رافع۔

اس طریق سے یہ حدیث مسند شافعی (حدیث ۲۰۵) مسند احمد (۳۴۰/۴۔ الفتح الربانی ۱۵۶/۳) سنن نسائی (۱۹۳/۲، ۵۹/۳) جزء القراءۃ للبخاری (ص ۳۰، ۳۲) صحیح ابن حبان (موارد ۴۸۴۔ الاحسان ۱۷۸۴) مشکل الآثار للطحاوی (۷۸/۳، ۳۸۶/۴) سنن کبری بیہقی (۳۷۲/۲) مصنف ابن ابی شیبہ (۲۸۷/۱) میں مروی ہے۔

۲۔ اسحاق بن عبداللہ عن علی بن یحییٰ بن خلاد عن أبیہ عن عمہ رفاعہ

اس سند سے یہ حدیث سنن داری (۳۰۵/۱) سنن نسائی (۲۲۵/۲) سنن ابوداؤد (عون المعبود ۳۲۰/۱) جزء القراءۃ للبخاری (ص ۳۲) مستدرک حاکم (۲۴۱/۱) منتقی ابن جارود (ص ۷۵ و ۷۶) میں مروی ہے۔

۳۔ محمد بن اسحاق عن علی بن یحیٰی بن خلاد بن رافع عن ابیہ عن عمہ رفاعہ۔

اس سند سے یہ حدیث سنن ابوداؤد (۲۴۳/۱) میں مروی ہے۔

۴۔ اسماعیل بن جعفر عن یحییٰ بن علی بن یحییٰ بن خلاد بن رافع عن ابیہ عن جدہ رفاعہ۔

اس طریق سے یہ حدیث سنن ابوداؤد (۳۲۲/۱۔ عون) جامع ترمذی

(۱/۲۲۷۔تحفہ) التاریخ الکبیر للبخاری (۲۹۷/۸) مستدرک حاکم (۲۴۳/۱) مسند طیالسی (۹۰/۱۔منحہ) شرح معانی الآثار (۲۳۲/۱) مشکل الآثار للطحاوی (۶/۲، ۷۸/۳، ۳۸۶/۴) میں مروی ہے۔

۵۔ داؤد بن قیس عن علی بن یحییٰ بن خلاد بن رافع بن مالک عن ابیہ عن عم لہ بدری۔

اس طریق سے یہ حدیث سنن نسائی (۶۰/۳) جزء القراءۃ للبخاری (ص ۳۱) مستدرک حاکم (۲۴۲/۱) جزء القراءۃ للبیہقی (ص ۱۴) سنن کبری بیہقی (۳۷۴/۲) میں مروی ہے۔

۶۔ شریک بن ابی نمر عن علی بن یحییٰ عن عمہ رفاعہ بن رافع۔

اس طریق سے یہ حدیث شرح معانی الآثار للطحاوی (۲۳۲/۱) میں مروی ہے۔

۷۔ محمد بن عجلان عمن اُخبرہ عن یحیی بن علی عن یحییٰ بن خلاد عن ابیہ عن جدہ عن عمہ رفاعہ بن رافع۔

اس سند سے یہ حدیث مشکل الآثار للطحاوی (۶/۲) میں مروی ہے۔

۸۔ محمد بن عمرو عن علی بن یحییٰ بن خلاد عن رفاعہ۔

اس سند سے یہ حدیث مسند احمد (۳۴۰/۴) سنن ابوداؤد (۳۲۱/۱) سنن کبری بیہقی (۳۷۴/۲) صحیح ابن حبان (۴۸۴۔موارد) میں مروی ہے۔

● حدیث ابوہریرہ کا مدار مندرجہ ذیل طرق واسانید پر ہے:

۱۔ یحییٰ بن سعید القطان عن عبیداللہ بن عمر عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابیہ عن ابی ھریرہ اس سند سے یہ حدیث صحیح بخاری (حدیث رقم ۷۵۷، ۷۹۳) صحیح مسلم

(حدیث ۳۹۷) سنن نسائی (۱۲۴/۲) سنن ابوداؤد (۳۱۸/۱-عون) جامع ترمذی (۲۲۸/۱-تحفہ) مسند احمد (۱۵۵/۳) مسند ابوعوانہ (۱۰۳/۲) صحیح ابن حبان (۱۸۳/۳-الاحسان) سنن کبری بیہقی (۳۷/۲، ۶۲، ۱۲۲ و ۳۷۲) جزء القراءۃ للبیہقی (ص ۱۳) شرح معانی الآثار للطحاوی (۲۳۳/۱) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم (۳۸۲/۸) میں مروی ہے۔

۲۔ عبداللہ بن نمیر عن عبیداللہ بن عمر عن سعید المقبری عن ابی هریرہ۔

اس طریق سے یہ حدیث صحیح بخاری (۶۲۵۲) صحیح مسلم (۳۹۷) جامع ترمذی (۶۸۵/۳-تحفہ) سنن ابن ماجہ (۱۰۶۰) سنن کبری بیہقی (۱۵/۲) میں مروی ہے۔

۳۔ ابی اسامہ عن عبیداللہ بن عمر عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابی هریرۃ

اس طریق سے یہ حدیث صحیح بخاری (۶۶۶۷) صحیح مسلم (۳۹۷) مصنف ابن ابی شیبہ (۲۸۷/۱) جزء القراءۃ للبخاری (ص ۳۲، ۳۳) سنن کبریٰ بیہقی (۳۷۲/۲) میں مروی ہے۔

۴۔ ابن وہب عن عبیداللہ بن عمر عن سعید المقبری عن ابی هریرۃ

اس طریق سے یہ حدیث سنن کبریٰ بیہقی (۳۷۳/۲) میں مروی ہے۔

متن حدیث مسیء صلوٰۃ بروایت رفاعہؓ بن رافعؓ

سنن ابوداؤد میں یہ حدیث پانچ طرق سے بالفاظ مختلفہ مروی ہے۔ شیخ بازمول حفظہ اللہ نے پانچوں روایات کے الفاظ کو یکجا ایک سیاق میں جمع کردیا ہے، اور پھر دیگر کتب میں جو حدیث رفاعہ میں زیادات ہیں ان سب کو بھی معکوفین میں مع حوالہ ذکر کیا ہے، حوالہ میں کتابوں کا پورا نام لکھنے کے بجائے رموز واشارات سے کام لیا ہے، جو حسب ذیل ہیں:

سنن ابوداود: د، سنن نسائی: س، جامع ترمذی: ت، سنن دارمی: می، مسند شافعی: شا، مسند طیالسی: طیا، صحیح ابن حبان: حب، منتقی ابن الجارود: جا، مصنف ابن ابی شیبہ: مص۔

قال رفاعة بن رافع رضي الله عنه:

بينما رسول الله ﷺ جالس [في المسجد يوما۔ ت] ونحن [معه۔ ت] [جلوس۔ مى] حوله اذ دخل رجل [كالبدوي۔ ث] فأتى [فاستقبل۔ مى] القبلة، فصلى ركعتين [في ناحية المسجد۔(*) مسند احمد ٣٤٠/٤، الفتح الرباني ج٣] [قريبا۔ حب] من رسول الله ﷺ۔]۔ [فأخف صلاته۔ ت]، [فصلى صلاة خفيفة لا يتم ركوعا ولا سجودا۔ مص] فلما قضى صلاته [انصرف۔ ت و حب] جاء فسلم على رسول الله ﷺ وعلى القوم، فقال له رسول الله ﷺ: وعليك (١)، اذهب

(١) حدیث ابوہریرہ میں ہے: "وعليك السلام" (صحیح بخاری)

(*) شیخ بازمول حفظہ اللہ نے اس زیادتی کا ذکر اور اس کی تخریج نہیں فرمائی ہے۔

(وفی روایة: ارجع۔ جا و ت) فصل فانك لم تصل، (وفی روایة: اعد صلاتك، فانك لم تصل۔ شا وحب)؛ فذهب فصلی [بنحو ما صلی۔ شا]، فجعل رسول اللهﷺ یرمق صلاته [وجعلنا نرمق صلاته۔ می] ولایدری (وفی روایة: لاندری۔ می) (وفی روایة اخری: ونحن لانشعر۔ مص) مایعیب منها، فلما قضی صلاته جاء فسلم علی رسول اللهﷺ وعلی القوم، فقال له رسول الهﷺ: وعلیك (۱)، إذهب (وفی روایة: ارجع ۔ جا) فصل فانك لم تصل فأعادها مرتین او ثلاثا (۲)، [کل ذلك یاتی النبیﷺ، فیقول النبیﷺ: وعلیك، فارجع فصل فانك لم تصل۔ت]، [فعاف الناس، وکبر علیهم ان یکون من أخف صلاته لم یصل۔ طیا، وبنحوه.ت]، فقال الرجل [ما ادری ۔جا] ماعبت [عليَّ ۔جا] من صلاتی، والذی بعثك بالحق، والذی انزل علیك الکتاب، والذی اکرمك، ما أحسن غیر هذا، لقد جهدتُ وحرصتُ [کیف اصنع؟ ۔حب] فعلمنی وأرنی [فانما أنا بشر أصیب وأخطئ۔ طیا، ت]، فقال رسول اللهﷺ [أجل، اذا قمت، ترید الصلوٰة۔ س] فتوضأ، [فأحسن وضوءك، ۔ س و ت]، انه لاتتم صلوٰة احد من الناس حتی یتوضأ، فیسبغ الوضوء، فیضع الوضوء۔ یعنی مواضعه ۔ فیتوضأ کما امره الله تعالیٰ، فیغسل وجهه ویدیه إلی المرفقین، ویمسح براسه، ورجلیه إلی

(۱) حدیث ابوہریرہ میں ہے:"وعلیك السلام" (صحیح بخاری)

(۲) صحیحین میں حضرت ابوہریرہ کی روایت میں بغیر شک ہے: فاعادها ثلاثا، ترجمہ میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔

الكعبين۔ ثم تشهد، فأقم (۱) [ايضا۔ ت]۔

اذا قمت فتوجهت إلى القبلة، فكبر الله عزوجل، (وفى رواية: اذا استقبلت القبلة فكبر۔ حب) [فيقول الله اكبر۔ (*) طبرانى]، ويحمد الله عزوجل، ويثنى عليه، ثم اقرأ بأم القرآن، وبما شاء الله ان تقرأ (وفى رواية: بما تيسر من القرآن، مااذن له فيه)

فاذا كان معك قرآن فاقرأ به، والا فاحمد الله عزوجل، وكبره وهلله، ثم يقول: الله اكبر، ثم يركع حتى تطمئن مفاصله، [وتسترخى۔ جا و مى]، (وفى رواية عند ابى داؤد:) اذا ركعت [فاطمئن راكعا۔ س] فضع راحتيك على ركبتيك وامدد ظهرك،

ثم يقول: سمع الله لمن حمده، [ف۔مى] يستوى قائما [حتى يرجع العظام إلى مفاصلها۔ شا]، [حتى يقيم صلبه فياخذ كل عظم ماخذه۔ مى]، ثم يقول: الله اكبر، ثم يسجد (وفى رواية عند ابى داؤد:) اذا سجدت فمكن لسجودك فيمكن وجهه [و۔س] جبهته من الارض، حتى تطمئن مفاصله وتسترخى۔

---

(۱) "تشهد" کاایک معنی ہے: اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان محمدا رسول الله کہنا، لیکن یہاں مراد اذان ہے، اور لفظ "فاقم ايضا" اس کا واضح قرینہ ہے، گویا جزء بول کر کل مراد لیا گیا ہے، محدث مبارکپوری صاحب تحفہ نیز شیخ الحدیث مبارکپوری اور علامہ البانی وغیرہ رحمہم اللہ نے یہاں اذان ہی مراد ہونے کو راجح کہا ہے، ترجمہ میں اسی معنی کو اختیار کیا گیا ہے، بعض دوسرے علماء نے پہلا معنی مراد لیا ہے، گویا وضوء کے بعد، یہ اس کی دعاء کی تعلیم ہے۔ بہرحال اس حدیث میں لفظ "ثم تشهد فاقم" کی زیادتی پر کسی قدر کلام ہے، لیکن شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس زیادتی کو ثابت اور صحیح قرار دیا ہے، کیونکہ وہ صحیح طریق سے بھی مروی ہے، (تعلیق علی مشکوۃ المصابیح، تخریج صفۃ صلاۃ النبی)

(*) شیخ بازمول حفظہ اللہ نے اس زیادتی کا ذکر اور اس کی تخریج نہیں فرمائی ہے۔

ثـم يكبر، يقول الله اكبر، ثم يرفع راسه حتى يستوى قاعدا على مـقـعـده (وفـى رواية: مـعـقـدته- جا]، ويقيم صلبه، (وفى رواية عند ابى داود: فـاذا رفـعـت فـاقـعد على فخذكِ اليسرى)، ثم يقول: الله اكبر، ثم يسـجـد [حتـى يمكن وجهه، ويسترخى- س] حتى تطمئن مفاصله- ثم يـرفـع راسـه فيـكبـر، (وفـى رواية عـنـد ابى داود: فاذا جلست فى وسط الصلوٰة فاطمئن وافترش فخذك اليسرى) ثم تشهد اذا قمت (۱)- فوصف الـصـلاة هكذا اربع ركعات حتى فرغ- لايتم صلاة أحدكم حتى يفعل ذلك (وفـى رواية عـنـد ابـى داود: وان انـتـقـصـت مـنـه شيئاً انتقصت من صـلاتك (وفى رواية عنده ايضا: انه ﷺ قال: فمثل ذالك حتى تفرغ من صـلاتك) (وفـى رواية عنده ايضـا- انه ﷺ قال: فاذا فعل ذلك فقد تمت صـلاتـه) [وكـان ذلك أهـون عـليهم من الاولى: انه من انتقص من ذلك شيئاً انتقص من صلاته ولـم تذهب كلها، طيا بنحوه، ت]-

تم الحديث برواية رفاعه رضى الله عنه-

متن حدیث مسیء بروایت ابو ہریرہؓ

صحیحین میں یہ حدیث تین طرق سے بالفاظ متقاربہ مروی ہے، علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کی روایات کے الفاظ کو ''مختصر صحیح البخاری'' (کتاب الاستئذان باب (۱۸) مـن رد فـقـال: عليك السلام) میں یکجا ایک سیاق میں جمع کر دیا ہے، ذیل میں اس سیاق کے ساتھ صحیح مسلم کے سیاق کو بھی یکجا کر کے نقل کیا گیا ہے۔

(۱) یعنی من السجدة الثانية .... وجلست فى وسط والصلاة-

عن ابی ہریرۃ رضی الله عنه قال:

إن رجلا دخل المسجد ورسول اللهﷺ جالس فی ناحية المسجد، فصلى، ثم جاء فسلم عليه، فقال له رسول اللهﷺ: وعليك السلام ارجع فصل فانك لم تصل، فرجع فصلى، كما كان صلى، ثم جاء الى النبیﷺ فسلم عليه، فقال: وعليك السلام، ثم قال: ارجع فصل فانك لم تصل، حتى فعل ذلك ثلاث مرات، فقال الرجل: والذى بعثك بالحق ماأحسن غير هذا، فعلمنی يا رسول الله، فقال:

اذا قمت إلى الصلوٰة فأسبغ الوضوء، ثم استقبل القبلة، فكبر، ثم اقرأ ماتيسر معك من القرآن، ثم اركع حتى تطمئن راكعا، ثم ارفع راسك حتى تعتدل وتستوی قائما، ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا، ثم ارفع حتى تستوی وتطمئن جالسا، ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا، ثم ارفع حتى تطمئن جالسا، ثم افعل ذلك فی صلاتك كلها۔

تم الحديث برواية ابی ہریرۃ رضی الله عنه۔

و((سبحانك اللهم وبحمدك، أشهد أن لا اله إلا انت، استغفرك، واتوب إليك))

محفوظ الرحمٰن فیضی
مئوناتھ بھنجن، یو، پی
۲۹؍ربیع الاول ۱۴۳۳ھ
۲۳ ؍ مارچ ۲۰۱۲ء

موبائل: 09795252620